جمہوریت کے نقصانات

اور

شبہات کا ازالہ

از: افادات

ابن تیمیہ وقت شیخ الاسلام شیخ ابو محمد خالد حقانی شہید رحمہ اللہ

مؤلف

حضرت مولانا مفتی عمر عزام حقانی حفظہ اللہ

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدة:۵۰)

جمہوریت کے نقصانات

اور

شبہات کا ازالہ

از افادات

ثانی ابن تیمیہؒ شیخ الاسلام ابو محمد شیخ خالد حقانی شہیدؒ

مؤلف:

حضرت مولانا مفتی عمر عزام حقانی

فہرست مضامین

مضمون صفحہ:

پیش لفظ---۷
غرض مؤلف---۹
اُسلوب کتاب---۱۰
"جمہوریت کا تحقیقی تعارف"---۱۰
جمہوریت کی تعریف:---۱۱
جمہوری نظام حکومت:---۱۱
نقصانات جمہوریت--(۱) : اتّهامُ الشّرِيعَة بِانّها نَاقِصَة ---------------------------۱۲
ایک ضروری وضاحت:---۱۳
دوسرا نقصان: تَضْيِيعُ الْوَلآءِ وَالْبَرآءِ:---۱۳
تَعيُّن الولاء:---۱۴
عجیب نقطہ !!!-۱:اَشِدّآءُ عَلَى الكُفَارِ ۲: رُحَمآءُ بَيْنَهُم---------------------------۱۵
عملی تطبیق:---۱۷
تعیین البراءت عن الکفار:---۱۷
یعنی براءت عن الکفار پر دلائل:---۱۷
پہلی دلیل:---۱۸
دوسری دلیل:---۱۸
تیسری دلیل:---۱۹

تیسرا نقصان: تجويز هجم العدو:---------------------------------------۲۰
چوتھا نقصان: الخضوع للدساتير العلمانيه:----------------------------------۲۱
پانچواں نقصان: ايهام المسلمين:---------------------------------------۲۱
تقریری مقابلے:---۲۲
عجیب نقطہ!!!---۲۳
چھٹا نقصان: مخالفة النبی فی مواجهة الكفار:---------------------------------۲۴
خلاصہ کلام:---۲۷
ساتواں نقصان: الوسيلة المحرّمة:--۲۷
دینی مصلحت کے لئے معصیت کی اجازت نہیں:-------------------------------۲۸
فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب ؒ فرماتے ہیں:------------------------------۲۸
آٹھواں نقصان: تفريق وحدة المسلمين:-------------------------------------۳۰
فرقہ واریت اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے:---------------------------------------۳۲
نواں نقصان: هدم مُواخات المسلمين:--------------------------------------۳۳
اسلامی اخوت کو ختم کرنا:--۳۳
دسواں نقصان: التعصب القومية:--۳۳
ایک اہم وضاحت!!!--۳۴
مراتب جاہلیت:---۳۴
(۱) ظن الجاهلية :---۳۴
(۲) حكم الجاهليه:---۳۴
(۳) حمية الجاهلية :--۳۵
(۴) تبرج الجاهلية:---۳۵

گیارھواں نقصان:تفويض أمر إلى غير أهله:-------------------------------۳۵

بارھواں نقصان:التَّعَاوُنُ عَلَى الإثمِ:-----------------------------------۳۶

تیرھواں نقصان:التّزكية حسبَ المصلحة:-----------------------------۳۷

عجیب لطیفہ !!!---۳۹

چودھواں نقصان:حِرصُ المرشَّح عَلى إرضَاءِ النّاخِبِين :------------------۴۰

پندرھواں نقصان: التزوير والمغالطة:-----------------------------------۴۱

مسجد ضرار اور جمہوریت:--۴۲

سولھواں نقصان: صرف الأموال فی غير موضها الشرعی:------------------۴۳

ستارھواں نقصان:قبول المرشح دون النظرى إلى الفساد العقيدوى:-------------۴۵

اٹھارھواں نقصان:سلب الشرائط للحاكم:-------------------------------۴۶

انیسواں نقصان:تصبيغ غيرالشرع شرعاً:---------------------------------۴۷

ووٹ امانت یا شہادت!--۴۷

جمہوریت کی مثال:--۴۹

بیسواں نقصان: التنافر بين المسلمين:-------------------------------۴۹

اکیسواں نقصان:الضرر بالمسلمين:------------------------------------۵۰

بائیسواں نقصان:التصرف فی ملك الغير:-----------------------------۵۰

تیئیسواں نقصان:سِبَابُ الْمُسْلِمِ:-----------------------------------۵۱

چوبیسواں نقصان:الحكم بغير ما أنزل الله:-----------------------------۵۲

اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور قانون سے فیصلہ کرنا :----------------------۵۳

تنبیہ !!!--۵۴

آیت کا شانِ نزول:--۵۵
چند قابل غور باتیں!!!--------------------------------------۵۶
اول:--۵۶
دوم:--۵۶
سوم---۵۶
چہارم---۵۷
مفسرین کے اقوال:--۵۷
ایک شبہ اور اس کی وضاحت:------------------------------------۵۷
وضاحت!!!---۵۸
مشہور حنفی فقیہ اور مفسر، امام نسفیؒ:----------------------------۵۹
تنبیہ!!!---۵۹
وضاحت--۶۰
پچیسواں نقصان:الحکم بالأکثریة:--------------------------------۶۱
جمہوری فراڈ:---۶۱
چھبیسواں نقصان:النِّفَاق:---۶۲
ستائیسواں نقصان:إستخدام النصوص الشرعية فی غیرموضعها :----------۶۳
آٹھائیسواں نقصان:طلب الإمارة:---------------------------------۶۴
اُنتیسواں نقصان:مساواۃغیرشرعیة:--------------------------------۶۵
تیسواں نقصان:حرص الناس علی حضور مجالس الزور:--------------۶۵
اکتیسواں نقصان:الغیبة:---۶۶
بتیسواں نقصان:کفران النعمة:------------------------------------۶۶
نصیحت!!!---۶۷
چند شبہات کا ازالہ:---۶۷

اول:------------------------------------۶۸
دوم:------------------------------------۶۸
سوم:------------------------------------۶۸
چہارم:------------------------------------۶۹
پنجم:------------------------------------۶۹
جمہوریت اور اسلاف اُمت واکابرین وقت:------------------------۷۳
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ باب سیاسۃ المدینۃ میں فرماتے ہیں:----------۷۳
حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:------------------------۷۴
مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں:------------------------۷۴
علامہ سیّد سلیمان ندویؒ اسلامی جمہوریت کے تصور کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:----------۷۴
قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں:------------------------۷۴
مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے فرمایا:------------------------۷۴
مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی رائے:------------------------۷۵
جمہوریت دور جدید کا صنم اکبر:------------------------۷۵
معروف عالم دین مفتی حمید اللہ جان صاحب اپنے ایک نہایت اہم فتوی میں فرماتے ہیں:----------۸۰
مولانا عطاء المحسن شاہ بخاری نے فرمایا:------------------------۸۰
مولانا محمد حکیم اختر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:------------------------۸۱
مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتوی:----------------۸۱
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کا مؤقف:----------------۸۱
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ فرماتے ہیں:------------------------۸۲
علامہ اقبال مرحوم کی رائے:------------------------۸۲
شریعت کا اہم اُصول:------------------------۸۳
پائے تکمیل!------------------------------------۸۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمد للہ رَبِّ العَالمین،وَالصّلوٰۃُ وَالسّلاَمُ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمّدخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَﷺ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ،وَعَلیٰ مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ ،

پیش لفظ

جب یہ امت دور عروج میں تھی تو اس کے علماء وفقہاء کی توجہات کا مرکز یہ ہوتا تھا کہ وہ بیرونی فکری یلغاروں سے اسلامی عقائد کو محفوظ رکھیں، علم وعمل کے میدانوں میں کفار کے حملوں کا مقابلہ کریں، دین حق کی پاکیزہ دعوت کو چہار دانگ عالم میں نشر کریں ،اس دعوت کو دلائل وبراہین اور تیغ وسنان ہر دو ذرائع سے غالب کریں، گمراہ فرقوں کی تحریفات کو اہل سنت کے ہاں درآنے سے روکیں اور دین کی روشن چہرے پر زمانہ گذرنے کے ساتھ جو گرد وغبار پڑے اسے نہایت تن دہی سے صاف کرتے جائیں۔

تاکہ اللہ جل شانہ نے اپنے دین کی حفاظت کا جو وعدہ کیا ہے،اس کی تکمیل میں ان کا حصہ بھی لکھا جائے،تب ہی اس وقت کے اہل علم کبھی روم وفارس کے خلاف میدان جہاد میں بر سرپیکار نظر آئے، کبھی خوارج اور روافض کے فتنوں کا علمی وعملی مقابلہ کرنے میں مصروف رہے۔ کبھی یونانی فلسفے کے زہریلے حملوں سے امت کو خبردار کیا، کبھی تاتاری یلغار اور کبھی صلیبی حملوں کے مقابلے کے لئے امت کو بیدار کیا، اللہ کی رحمتیں ہوں اِن علماء اور ائمہ پر۔ پھر جب اُمت پر زوال آنا شروع ہوا تو ترجیحات تبدیل ہونے لگیں،اُمت بیرونی خطرات سے منہ پھیر کر داخلی کھینچا تانی اور باہمی اختلاف کا شکار ہوگئی،اُمت کے علماء کی صفوں میں بھی مسلمانوں کے متفقہ اُصول وعقائد کے تحفظ سے زیادہ مسلمانوں کے اندر ہی فروعی مباحث پر معرکے جمانے کا رجحان بڑھنے لگا،شریعت کی حاکمیت قائم کرنے سے زیادہ اپنے اپنے مکتب فکر کو غلبہ دلانے کا جذبہ زور پکڑتا گیا۔

اور نتیجتاً یہ اُمت اپنے داخلی اختلافات میں ایسی اُلجھی کہ ہر قسم کی یلغاروں کے لئے دروازے چوکھٹ کھل گئے۔ اور اِن دروازوں پر کوئی محافظ ، کوئی نگہبان وپاسبان باقی نہ بچا۔ سوائے اہل علم واہل درد کی ایک قلیل تعداد کے جو تنہا اتنا بڑا محاذ سنبھالنے کے لئے ناکافی ثابت ہوئے۔ نتیجتاً مغرب نے نہ صرف ہمیں عسکری اور سیاسی طور پر مغلوب کیا، بلکہ مغرب کے متعفن شرکیہ عقائد وافکار بھی اُمت میں در آئے۔

اسلام کے بنیادی اُصولوں سے متصادم نظریات کو عین اسلام قرار دیا جانے لگا۔ اسلام کی ایک ایسی تشریح کی جانے لگی جو حاضر و موجود نظام اور غالب تہذیب سے مفاہمت پر مبنی ہو، بلکہ اس کی ہر قدر، ہر عقیدے، ہر تصور کو اسلام ہی ثابت کرتی ہو ماضی قریب تک یہی غلامانہ ذہنیت اور زوال پزیر قوموں کا یہی اُسلوب ہماری علمی فضاء پر راج کرتا رہا۔

اور اس کے خلاف مزاحمت کرنے والی آوازیں کمزور اور ناتواں ہوتی گئیں۔ لیکن اللہ تعالی نے اس دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ یہ اللہ کا آخری دین ہے اور اس کی اپنی طبعیت میں کفار کی توقع سے کہیں زیادہ بغاوت و مزاحمت کا مادہ اور پلٹنے جھپٹنے کا جذبہ و قوت موجود ہے۔ پس اللہ کے فضل سے گزشتہ سالوں میں بالخصوص روس کے خلاف جہاد اور پھر گیارہ ستمبر کے مبارک واقعات کے بعد اُمت میں پھر سے بڑے پیمانے پر بیداری کا ایک عمل شروع ہوا ہے۔

بیرون سے آنے والی فکری و عسکری یلغار کے مقابل کھڑی کمزور آوازیں توانا ہونے لگی ہیں۔ مجاہدین کی غربت واجنبیت دور ہو رہی ہے، حق گو علماء کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور اُمت نے الحمد للہ پھر سے عروج کی طرف سفر شروع کر دیا ہے۔

اس سفر کا آغاز ہو جانے کی ایک اہم دلیل یہ ہے کہ اُمت کے اہل علم میں، عرب و عجم کے دینی حلقوں میں اللہ رب العزت مستقل ایسے افراد اُٹھا رہے ہیں، جو اسلاف علماء کی طرح اُمت کو درپیش حقیقی خطرات کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ بیرونی یلغاروں کے خلاف بند باندھنے کا کام کر رہے ہیں۔ اُمت کو فروعی و نظری مباحث سے نکال کر اہم تر اُصولی و عملی اُمور کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ اور بالخصوص مغرب کے جو زہریلے افکار ہمارے یہاں در آئے ہیں، ان کی نشاندہی کرنے، ان کا ابطال کرنے، اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو اِن کے اصل رنگ میں پیش کرنے کے لئے کوشاں ہیں اس کتاب میں بھی عصر حاضر کے سب سے بڑے فتنے، فتنہ جمہوریت، کی حقیقت اور اس کے زہریلے نقصانات بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس تصنیف کو جمہوریت کا بت توڑنے کا ذریعہ بنادے، اور بالخصوص اہل دین طبقات کو اس کے سحر سے نکالنے کا باعث بنادے اللہ اس تصنیف کے ذریعے اہل پاکستان کی گردنوں پر مسلط باطل نظام کی برائی، اور اس کے زہریلے نقصانات، اور مغربی افکار کا اسلامی عقائد سے تصادم اور یہاں بسنے والے مسلمانوں کے قلوب واذہان پر منکشف فرمادے، تاکہ وہ اپنی زندگیاں اس کو الٹانے، مغربی عقائد، مغربی افکار اور مغربی طرز حیات سے نجات پانے اور اسکی جگہ اسلامی عقائد عام کرنے، اسلامی طرز زندگی رائج کرنے، اور شرعی نظام قائم کرنے کے لئے وقف کر دیں۔(وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم)

غرضِ مؤلف

عصر حاضر کے بڑے بڑے فتنوں میں ایک " جمہوریت " کا فتنہ ہے۔ اور لوگوں کی اکثریت اس فتنے میں مبتلاء ہے، اور عجیب بات یہ ہے کہ اہل علم حضرات ہی اس طاغوتی نظام کی دفاع کرنے میں مصروف عمل ہیں، یہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر کے کبھی اس کو اسلامی نظام شوریٰ کی جدید شکل قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے نظام انتخاب کو مشاورت کا نام دیتے ہیں، تو کبھی خلفائے راشدین کے طریقۂ انتخاب کو توڑ موڑ کر جمہوریت کے حق میں دلیل بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسی طرح دور نبوی ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں ہونے والے فیصلوں کے بارے میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ کثرت رائے کی بنیاد پر ہوتے تھے۔ اور کبھی اس جمہوریت کو اختیار کرنے کے لئے مصلحتوں اور ضروریات کو دلیل بنایا جاتا ہے لیکن یہ فعل در حقیقت حق و باطل، نور و ضلالت، اور توحید و شرک کو خلط ملط کرنے کے مترادف ہیں۔ اگر تھوڑی سی وضاحت کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس اور اس کے پیروکاروں کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے، کہ وہ انسانیت کو راہ حق سے ہٹا کر ایسے گمراہ کن راستوں پر ڈال دے، جس سے ایک طرف وہ اللہ کی رضا و خوشنودی سے محروم ہو کر جہنم میں جائے۔ اور دوسری طرف وہ دنیاوی طور پر رسوائی اور ناکامی کا شکار ہو، مغلوب اور ذلت و پسماندگی کی غلامانہ زندگی گزارے۔

چنانچہ اس مقصد کے لئے یہ ابلیسی ٹولہ ہر دور میں اللہ رب العزت کی عطا کردہ "دین اسلام" کے مقابلہ میں قوموں کے مزاج اور حالات کے تناظر میں اپنا ایک نیا نظام زندگی وضع کرتا ہے۔ اور پھر اسی نظام زندگی کو پوری قوت کے ساتھ خوشنما بنا کر نافذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جب کبھی انسانیت اس ابلیسی ٹولے کے وضع کردہ غلیظ اور ظلم و بربریت پر مبنی نظام زندگی سے بیزار ہونے اور بغاوت کرنے کے لئے بیدار ہونے لگتی ہے۔ تو یہ ابلیسی ٹولہ اسی فرسودہ اور باطل نظام کو "نئے چہروں" اور "نئے ناموں" سے دوبارہ انسانیت پر لاگو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایسا ہی کچھ نقشہ آج کے اس دور میں جس کو اگر "دور جاہلیت" سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ اس ابلیسی ٹولے نے خلافت اسلامیہ کے سقوط کے بعد جب کہ مسلمانوں کا کوئی بھی نظام اجتماعی برائے نام بھی باقی نہ رہا تھا، اور مسلمانوں کی وحدت کو یہود و نصاریٰ کی "سایکس بیکو" تقسیم کے ذریعے سے مختلف ملکوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیا تھا، اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں دوبارہ احیائے خلافت اور غلبۂ اسلام کے لئے مختلف تحریکیں بھی کھڑی ہو رہی تھیں، جن کو

کچلنے کے لئے خبیث نظام کو "نظامِ جمہوریت" کے نام متعارف کرایا اوراس کو پورے عالمِ اسلام پر لاگو کیا تاکہ اپنے تسلط کو بالواسطہ یا بلاواسطہ برقرار رکھا جاسکے اور مسلمانوں کو تاحیات غلام بنا کر ان پر حکمرانی کی جاسکے۔

اُسلوبِ کتاب:

اس کتاب میں ہم نے استاد محترم محسنِ امت ثانی ابن تیمیہؒ ابو محمد شیخ خالد حقانی شہیدؒ کے "الدورۃ الشرعیہ" کے دروس میں بیان کئے گئے جمہوریت کے نقصانات کو اپنے تعبیر میں کچھ مزید اضافے کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔اور ساتھ ہی قدیم وجدید جمہوریت شکن کتب سے بھی اخذ کیا گیا ہے۔اور اس کتاب میں ہم نے اس خبیث نظام کے تمام نقصانات کو روز روشن کی طرح واضح کیا ہے، تاکہ سادہ لوح مسلمان جن کو اس نظام کی خباثتوں کا علم نہیں وہ اس سے بچ سکیں، اور اس نظام کا ترک کرنا ان کے لئے دشوار نہ ہو۔ ایسا نظام جس کے خلاف نبی کریم ﷺ طویل عرصہ سے برسرِپیکار رہے ہیں۔ لہذا نبی کریم ﷺ کی اسی سنت کو تھامتے ہوئے اُن کے متبع اور مددگار بننے کی کوشش کریں جو شرک ومشرکین اور اِن کے نظام زندگی سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے تھے۔ حق واہل حق کی اجنبیت کے اس دور میں اس گروہ میں شامل ہو جائیں جو دین اللہ کے قیام کے لئے رسول اکرم ﷺ کے دئے ہوئے طریقے کے مطابق سرگرم عمل ہے، جس کے مطابق مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

(" لاتزال طائفۃ من أمتی یقاتِلون عَلَی الحقِ ظَاہرِینَ علی مَن نَاواھُم ،حتّیٰ یقاتِلَ آخرُھم المسِیحَ الدّجَال ") [1]

ترجمہ: "میری اُمت میں سے ایک گروہ ہمیشہ ایسا رہے گا جو حق کی خاطر لڑتا رہے گا، یہاں تک کہ آخر میں ایک گروہ دجال سے قتال کرے گا

"جمہوریت کا تحقیقی تعارف"

"جمہوریت"

Democracyکے معنی۔

یہ لفظ اصلاً یونانی ہے، جو دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔

Demo's اور kratos

Demos کے معنی: People یعنی عوام اور

---

[1] (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۴۸۴، باب فی دوام الجہاد)

Kratos کے معنی: Rule یعنی عوام کا حاکمیت ۔

جمہوریت کی تعریف:

جمہوریت ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں حاکمیت اعلیٰ عوام کے پاس ہوتی ہے اور عوام ہی بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی ایک طریقے سے حکومت چلاتے ہیں۔ نظام میں عوام کی نمائندگی ہوتی ہے، جو بالعموم ہر کچھ عرصہ بعد آزاد انتخاب کے ذریعے سے نمائندے چن کر کی جاتی ہے۔

جمہوری نظام حکومت:

ایک ایسا نظام حکومت جو اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ سازی کے اُصولوں پر قائم ہو، ایک ایسا نظام جس میں حاکمیت اعلیٰ اللہ کی بجائے عوام کی ملکیت ہو (نعوذ باللہ) اور حکومت عوام کے ذریعے منتخب کی جائے، علم و تقوی کے اعتبار سے فرق ہونے کے باوجود بھی سب کی (یعنی ایک عالم اور جاہل کی، ایک فاسق اور پابند شرع کی) رائے اس میں برابر ہو۔

ایک ایسی حکومت جس میں عقل انسانی ہی نظام زندگی بنانے والی اور انسانوں کے لئے ضابطہ حیات مرتب کرنے والی ہے، اس میں وحی کا کوئی دخل نہیں۔

جس چیز کو انسانی عقل وخواہش نفع قرار دے دیں وہ نفع ہے اور جس کو نقصان قرار دے دیں وہ نقصان ہے۔ اور جس چیز کو انسانی عقل وخواہش حرام (غیر قانونی) قرار دے دیں وہ حرام ہے۔ اور جس کو حلال (قانونی) قرار دے دیں وہ حلال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وحی (قرآن وحدیث) کبھی اس عقل یا خواہش کے موافق ہو جائے لیکن اس نظام میں قرآن وحدیث (نعوذ باللہ) اس وجہ سے قابل عمل نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے، بلکہ انسان سے اس کو اس قابل سمجھا کہ اس پر عمل کیا جا سکتا ہے، تو پھر اس کو قانون بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جمہوریت کی تعریف یہ ثابت کرتی ہے کہ اس نظام میں انسانی عقل اور خواہشات کو قرآن وسنت یعنی وحی پر بالادستی ہوگی۔ اب ہم اپنے مقصود کے طرف آتے ہیں، اور جمہوریت کے زہریلے نقصانات کا بیان شروع کرتے ہیں۔

نقصانات جمہوریت

جمہوریت کا سب سے پہلا اور بڑا نقصان یہ ہے۔

(۱) : اِتّھامُ الشّرِیعَۃِ بِاَنّھاناَقِصَۃ :

مطلب یہ ہے کہ شریعت پر یہ تہمت لگانا ہے کہ یہ شریعت محمدی کامل نہیں بلکہ ناقص ہے۔وہ اس طرح کہ جب آپ نیا قانون بناتے ہیں،اور وہ قانون لوگوں کی مشورے پر بنتا ہے۔تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ شریعت میں ہماری روزمرہ زندگی گزارنے کے لئے کوئی قانون نہیں ہے،اس لئے میں نیا قانون بناتا ہوں،حالانکہ اسلام نے تو ہمارے لئے آج سے ۱۴سو سال پہلے ضابطۂ حیات اور کامل و مکمل قانون لایا ہے۔ایسا قانون جس میں قیامت تک زندگی گزارنے کے اُصول وضوابط موجود ہیں۔

(۲)شریعت پر نقصان کا دوسرا تہمت یہ ہے۔

کہ جب آپ نیا قانون بناتے ہیں،تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام نے تو ہمارے لئے دستور حیات لایا تھا،لیکن وہ پہلے زمانے (صحابہ کرامؓ) کے زمانے کے لئے تھا۔اب اس زمانے میں اس قانون کی ضرورت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امیں فرشتے کے ذریعے امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے،بلکہ اب ایک نئے قانون کی ضرورت ہے،جسکو میں خود بناتا ہوں،تو یہ بھی شریعت مطہرۃ پر نقصان کا تہمت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الاِسْلاَمَ دِيْناً [1]

ترجمہ: آج میں پورا کر چکا دین تمھارا،اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا،اور پسند کیا میں نے تمھارے واسطے اسلام کو دین۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے اکمال کا فتویٰ دیا ہے کہ آج کے دن اللہ نے اس دین کو کامل کر دیا۔اب جو شخص اس کے کامل ہونے سے انکار کرے اور اس پر نقصان کا تہمت لگائے بھلا یہ شخص بھی مسلمان رہ سکتا ہے؟

دوسری جگہ اشاد ہے:

" إن هذا القرآن يهدي للتی هی أقوم " [۲]

ترجمہ: یہ قرآن بتاتا ہے وہ راستہ جو سب سے سیدھی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

" ما فَرَّطْنَا فِی الْكِتَابِ مِنْ شَیْءٍ "[۳]

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کوئی بھی ایسی چیز کو نہیں چھوڑا جو قابل بیان ہو اور ہم نے بیان نہ کی ہو۔

---

[1] (المائدۃ:۳)

۲ الاسراء:۹

۳ (الانعام۳۸)

ایک ضروری وضاحت:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت کے ذریعے اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں گے ۔ درحقیقت یہ حضرات بھی دین اسلام پر نقصان کا تھمت لگاتے ہیں، وہ اس طرح کہ جب ان سے کہا جائے کہ آپ حضرات نے کیوں جمہوریت میں شرکت کی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو اسلامی نظام کا نفاذ ہے لیکن ہم نے جمہوری طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے، کہ دین اسلام تو کامل ہے لیکن اس کے پاس اپنے تنفیذ کا راستہ نہیں ہے اس لئے ہم نے اسلامی نظام کے تنفیذ کے لئے جمہوری راستہ اختیار کیا ہے۔ تو حقیقت میں یہ لوگ بھی شریعت پر نقصان کا تھمت لگاتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ "[1]

ترجمہ: یہ قرآن میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے(" أُدْعُ إِلَى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ "[2]

ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اُسلوبی سے نصیحت کر کے دعوت دو۔

یعنی شریعت مطہرۃ میں اپنی دعوت کا طریقہ بھی موجود اور دین اسلام کے تنفیذ کا راستہ بھی، اور ساتھ ہی اپنے دفاع اور اقدام کا راستہ بھی معلوم ہے۔ **کما قال:**

"وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لله فَإِنْ انتَهَوْا فَلاَ عُدْوَانَ إِلَّا عَلىٰ الظَّالِمِيْنَ " [3](البقرۃ :۱۹۳)

ترجمہ: اور تم ان سے لڑتے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ تشدّد سوائے ظالموں کے کسی پر نہیں ہونا چاہئے۔

دوسرا نقصان: تضْيِيعُ الْوَلآءِ وَالْبَرَآءِ :

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوستی اور دشمنی کے جو حدود قائم کئے ہیں جمہوری نظام میں اللہ تعالیٰ کے ان مقرر کردہ حدود سے تجاوز کی جاتی ہے ۔ بایں طور کہ شریعت مطہرۃ نے انسان کو اس طرح مکمل آزاد نہیں چھوڑا، جس طرح جمہوریت میں ہر شخص کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوتی ہے بلکہ دین اسلام نے ہر شخص کے لئے دوستی کے بھی حدود

۱سورۃ الانعام:۱۵۳

۲النحل:۱۲۵

۳البقرۃ:۱۹۳

قائم کئے ہیں اور دشمنی کے بھی۔(یعنی کس کے ساتھ دوستی کرنی چاہئے اور کس کے ساتھ دشمنی)خلاصہ یہ کہ جمہوری نظام انسان دوستی کا نظریہ سکھاتا ہے جب کہ دین اسلام، مسلمان دوستی کا درس دیتا ہے۔

اگر انسان دوستی کا نظریہ درست ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے:
(يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوالْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اَوْلِيَاءَ-- الخ)[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ۔

اگر انسان دوستی ہوتی تو یہ بھی نہ فرماتے :
" يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُون "[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تمھارے باپ، بھائی کفر کو ایمان کے مقابلے میں ترجیح دیں تو اُن کو اپنا سرپرست نہ بناؤ، اور جو لوگ اُن کو سرپرست بنائیں گے، وہ ظالم ہوں گے۔

تَعَیُّنِ ولاء:

ولاء اور براء دونوں کا معیار قرآن مجید میں موجود ہے یعنی آدمی کو جن لوگوں کے ساتھ دوستی کرنی چاہیئے اُن کا تعیُّن بھی قرآن نے کیا ہے۔ اور جن لوگوں سے براءت سے یعنی دشمنی کرنی چاہیئے ان کا بیان بھی قرآن نے کیا ہے۔ تو مسلمانوں کے دوستوں کا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
" إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ "[3]

ترجمہ: (مسلمانو!) تمہارے یار و مددگار تو اللہ، اس کے رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو اس طرح نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کہ وہ (دل سے) اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارا دوست اللہ اور اسکے رسول ﷺ ہیں۔ اسی آیت کہ طرف یہ حدیث بھی مشیر ہے، کہ جس میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

---

[1] (المائدۃ:۵۱)

[2] (التوبۃ:۲۳)

[3] المائدہ :۵۵

"إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ الْحُبُّ فِي اللهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللهِ [1]

ترجمہ: بے شک اللہ کے ہاں محبوب اعمال اللہ کی رضا کے لئے محبت کرنا، اور اللہ کی رضا کے لئے بغض کرنا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ کا ارشاد ہے:

"مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" [2]

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دل ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ نے مؤمنین کے دو اوصاف بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے مابین میں بہت زیادہ محبت اور نرمی کریں گے، دوسری صفت یہ ہے کہ دشمن یعنی کفار پر بہت سخت ہوں گے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے اس آیت کریمہ کی یوں منظر کشی کی ہے کہ:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

اب اُس مؤمن کا حال کیا ہوگا، جو اللہ کے دوستوں کے ساتھ دوستی نہیں کرتا اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہیں کرتا۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے مؤمنین کو ولاء کی تعیین بھی کردی، کہ دوستی کس کے ساتھ کرنی چاہئے اور براء کی تعیین بھی کردی، کہ دشمنی کن لوگوں کے ساتھ کرنی چاہئے۔ اس کے خلاف جمہوریت میں ہر شخص کو یہ آزادی حاصل ہے، جس کے ساتھ چاہے دوستی کرے اور جس کے ساتھ چاہے دشمنی کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، حالانکہ دوستی اور دشمنی میں اس طرح مکمل اختیار دینا قرآن کے نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔

عجیب نقطہ !!!

مذکورہ آیت میں جو مؤمنین کے دو صفات ذکر ہوئے،

۱: اَشِدّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ۲: رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

تو اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالی نے ہر آدمی کو ان دو صفات کے ساتھ متصف کیا ہے، ایک رحم اور دوسری شدّت، لیکن ساتھ ہی استعمال کرنے کے جگہ کی تعیین بھی کردی، کہ رحم کی جگہ مؤمنین ہیں اور شدت کی جگہ

---

۱ مسند احمد: ص۲۲۹

۲ الفتح آیت ۲۹

کفار۔ اب جو شخص اپنے رحم والے مادہ کو کفار پر استعمال کرتا ہے، اور ان کے ساتھ ترحّم کا معاملہ کرتا ہے۔ تو اس کا رحم والا مادہ تو استعمال ہو گیا اور شدت باقی ہے اور وہ ضرور استعمال ہو گا لیکن شدت کے استعمال کے لئے جگہ نہیں رہی تو اس حالت میں یہ شخص اس کو ضرور بالضرور مؤمنین پر استعمال کرے گا اور بے جا ظلم در ظلم کرے گا۔ یہی مثال پاکستانی حکومت کی بھی ہے کہ کفار کے ساتھ تو دوستی کرتے ہیں اور فرنٹ لائن اتحادی ہونے کا اقرار کرتے ہیں، اور کفار کی بجائے اس شدت کو پھر مؤمنین پر استعمال کرتے ہوئے بے مثال مظالم ڈھاتے ہیں، جس پر ان ظالموں کے عقوبت خانے شاہد ہیں۔

اس پوری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے، کہ اللہ نے جو ولاء اور براء کا معیار مقرر کیا ہے، جمہوریت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ ہر شخص کو مکمل طور پر آزادی حاصل ہے۔ کیوں کہ جمہوریت کی بناء تو انسان دوستی پر ہوتی ہے مسلمان دوستی پر نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اکثر اپنے تنظیموں کے نام (تحفظ حقوق انسانی) رکھتے ہیں۔ اور جب انسانی حقوق کا خیال رکھا جائے، تو پھر عورت کا بازار میں ننگی پھرنا ان کے نزدیک جائز ہو جاتا ہے، اس لئے کہ یہ تو انسانی حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ اسی طرح مؤمنین کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان احادیث مبارکہ میں بھی موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"المسلمون كرجل واحد، إن اشتكى عينه، اشتكى كله، وإن اشتكى، رأسه اشتكى كله»[۱]

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام مسلمان مثل شخص واحد کے ہیں، اگر اس کی آنکھ میں درد ہو تو تمام جسم بے چین ہو جائے اور اگر اسکے سر میں شکایت ہو تو سارا بدن بے چین ہو جائے گا۔

اور فرمایا نبی کریم ﷺ نے:

«المؤمن للمؤمن كالبنيان، يشد بعضه بعضا» ثم شبك بين أصابعه.[۲]

ترجمہ: مسلمان مسلمان کے لئے ایک مکان کی طرح ہے، جس کی ہر اینٹ سے دوسری کو قوت و مضبوطی حاصل ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے تشبیک کیا یعنی ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالے۔

شعر:

دولت ہمہ از اتفاق خیزد
بے دولتی از نفاق خیزد

---

۱ : المسند الصحیح الجزء ۴ ص ۲۰۰۰

۲ صحیح البخاری: باب تعاون المؤمنین بعضہم بعضاً ج ۸ ص ۱۲

اسی طرح نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

«لا تدخلون الجنةحتى تؤمنوا،ولا تؤمنواحتى تحابوا،أولا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم» [۱]

ترجمہ: فرمایا نبی کریم ﷺ نے تم بہشت (جنت) میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور ہر گز مومن نہیں کہلا سکتے جب تک آپس میں محبت نہ رکھو۔ کیا میں تم کو اس چیز سے خبر دار نہ کروں جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کروگے؟ اپنے آپس میں سلام کو عام کرو۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته [۲]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ ہی ایک مسلمان دوسرے پر ظلم کرے گا اور نہ ہی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کفار کے حوالہ کرے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت میں رہے گا (یعنی کسی مسلمان کا کام نکالے گا) اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمائے گا۔

عملی تطبیق:

ہر دور میں ایسے اہل اللہ گذرے ہیں، جو تمام مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود نبی پاک ﷺ کے ارشادات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جس کی زندہ مثال یہ ہے کہ جب امریکہ نے ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ سے محسنِ اُمت شیخ اُسامہ بن لادنؒ کے حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا کہ اسامہ بن لادنؒ کو ہمارے حوالہ کردو، ورنہ ہم تم پر حملہ آور ہو کر امارت اسلامی کو ختم کردیں گے، تو اس وقت میں پاکستان سے مسلمانوں کا وفد گیا، جس میں جید علماء کرام بھی موجود تھے۔ اور جب انہوں نے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہدؒ سے کہا کہ جناب! اُسامہ بن لادنؒ کو امریکہ کے حوالہ کردو، اس لئے کہ پورا امارت اسلامی ختم ہو رہا ہے۔ تو امیر المؤمنین نے علماء کرام کو مذکورہ حدیث سنائی کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو ایک مسلمان دوسرے پر ظلم کرے گا اور نہ ہی کسی مسلمان کو دشمنوں (کفار) کے حوالہ کرے گا۔ اب اس حدیث کا جواب کس کے پاس موجود ہے، کہ میں اُسامہ بن لادنؒ کو کفار کے حوالہ کردوں؟ تو اس پر سب علماء خاموش رہ گئے۔

تعیین البراءت عن الكفار:

۱: المسند الصحیح

۲: متفق علیہ۔

یعنی براءت عن الکفار پر دلائل:

گذشتہ صفحات میں ہم نے یہ بات ذکر کی کہ جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس طاغوتی نظام کے ساتھ ولاء اور براء کے حدود ختم ہو جاتے ہیں۔ تو اب تک تو ہم نے اس بات پر دلائل پیش کئے کہ ولاء المؤمنین یعنی مؤمنین کے ساتھ دوستی کرنا واجب ہے اب براءت عن الکفار پر دلائل پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ [1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے، وہ آخرت سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کافر لوگ قبروں میں مدفون لوگوں سے مایوس ہیں۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں دو باتوں کے طرف اشارہ ہے، ایک یہ کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی کرنے سے نہی کے صیغے کے ساتھ منع فرمایا ہے، اور نہی وجوب کے لئے ہوتی ہے تو کفار سے دشمنی کرنا بھی واجب ہو گئی۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے براءت عن الکفار کا سبب بھی بیان کر دیا کہ اِن کفار کو دوست اس لئے مت بناؤ کہ ان پر اللہ کا غضب ہے، اس لئے کہ یہ اللہ کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ" [2]

---

۱ الممتحنۃ:۱۳

۲ المائدۃ:۵۱

ترجمہ: اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ۔ یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں۔ اور تم سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ ان ہی میں سے ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے خطاب فرماتے ہیں، کہ اے مؤمنوں! یہود و نصاریٰ کو اپنے دوست مت بناؤ کیونکہ وہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اس لئے کہ "**الکفر ملۃ واحدۃ**" لیکن تم میں سے جو ان کے ساتھ دوستی بنائے تو وہ ان میں سے ہیں۔

علامہ ابن جریر طبریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"كُلُّ مَنْ كَانَ يَدِينُ بِدِينٍ فَلَهُ حُكْمُ أَهْلِ ذَلِكَ الدِّينِ"[1]

ترجمہ: جو شخص جس دین کو اپنائے گا اس کا حکم اسی دین والوں جیسا ہوگا۔

علامہ قرطبیؒ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"ظَاهِرُ هَذِهِ الْآيَةِ أَنَّهَا خِطَابٌ لِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ كَافَّةً، وَهِيَ بَاقِيَةُ الْحُكْمِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي قَطْعِ الْوِلَايَةِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ"

ترجمہ: اس آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حکم تمام مسلمانوں کو عام ہے اور قیامت تک یہ حکم باقی رہے گا، کہ مسلمان اور کافر کے درمیان دوستی نہیں ہو سکتی۔[2]

تیسری دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"[3] (المجادلۃ:۲۲)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ ان سے دوستی رکھتے ہوں، جنہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ چاہے وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کے خاندان والے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے، اور اپنی روح سے ان کی مدد کی ہے۔ اور انہیں وہ

---

[1] تفسیر الطبری: ج۸ ص ۵۰۸

[2] (تفسیر قرطبی: سورۃ توبہ: آیت ۲۴ ج۸ ص ۹۴)

[3] المجادلۃ:۲۲

ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں۔ یہ اللہ کا گروہ ہے، یاد رکھو! کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

ابو الفرج امام ابن جوزیؒ اپنے تفسیر زاد المسیر میں اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"وهذه الآية قد بيّنتْ أن مودَّة الكفار تقدح في صحة الايمان، وأن من كان مؤمناً لم يوالِ كافراً وإن كان أباه أو ابنه أو أحداً من عشيرته"[1]

ترجمہ: اور اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کفار کے ساتھ محبت کرنا ایمان کی صحت میں خلل پیدا کرتی ہے اور اس بات کی بھی وضاحت کرتی ہے کہ جو شخص مؤمن ہو تو وہ کفار کے ساتھ دوستی نہیں کرے گا، خواہ وہ کافر اس کا باپ، بیٹا، یا خاندان کا ایک فرد ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں تک جمہوریت کا دوسرا نقصان (**تضییع الولاء والبراء**) والی بات مکمل ہو گئی۔

ناظرین کرام! دل تو چاہتا ہے کہ تولی بالکفار والے مسئلے پر پورے تفصیل کے ساتھ بحث کی جائے کیونکہ یہ عقیدے کا مسئلہ ہے لیکن کتاب کے طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس تھوڑی سی بحث پر اکتفاء کرتا ہوں۔

تیسرا نقصان: تَجْوِیْزُ هَجم العَدُوِّ:

جمہوریت کا تیسرا نقصان یہ ہے، کہ جمہوریت کی وجہ سے مسلمانوں پر کفار کا تجاوز اور ظلم وستم کو جائز سمجھا جاتا ہے۔

وہ اس طرح!

کہ جب ہم بھی یہ نعرہ لگائیں کہ جمہوریت کو یقینی بنانا ہماری زندگی کا مقصد ہے اور اقوام متحدہ بھی یہ نعرہ لگائے کہ جمہوریت کو یقینی بنایا جائے۔ اور پھر اس کے بعد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا اور یہ نعرہ لگایا کہ ہم اس ملک میں جمہوریت کو یقینی بنانا چاہتے ہیں۔ اور عوام کو تو جمہوری علماء نے پہلے سے یہ بات سکھائی تھی کہ جمہوریت کو یقینی بنانا دین کا اہم جزء ہے تو اب عوام کو امریکہ کا افغانستان پر حملہ کرنا جائز اس لئے نظر آیا کہ وہ تو جمہوریت کو یقینی بنانا چاہتے ہیں۔ لہذا یہ اتنا بڑا نقصان (کافر کے حملے کو جائز سمجھنا) اس جمہوریت کے غلاظت کی وجہ سے ہوا جس کو لوگ اسلامی جمہوریت سمجھتے ہیں۔

---

[1] سورۃ المجادلۃ ج۴ ص ۲۵۲

چوتھا نقصان: الخضوع للدساتیر العلمانیہ:

جمہوریت کا چوتھا نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ سیکولر نظام کے سامنے جھکتے ہیں، اور سیکولر دستور کی غلامی کرتے ہیں۔ اور اس غلامی کا تصور رعیت و حکمران دونوں طبقوں میں موجود ہے۔ رعیت میں اس طرح موجود ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ جو قانون قرآن وسنت کے خلاف ہو میں اس کو نہیں مانتا۔ تو پھر لوگ اس شخص پر باغی کا فتوی لگاتے ہیں۔ اور جذباتی، غیر سنجیدہ اور قسم قسم کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ پھر اس کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور یہ صرف سیکولر طاقتوں کی غلامی کی وجہ سے اس طرح کرتے ہیں۔

اور حکمرانوں میں سیکولر دستور کی غلامی اس طرح موجود ہوتی ہے کہ وہاں ان سے ایک حلف نامہ لیا جاتا ہے۔ اور اُستاد محترم ان کے حلف نامہ کی مثال اس طرح دیتے کہ جب یہ حکمران پارلیمنٹ میں پہنچ جاتے ہیں۔ تو ان کے حلف نامے کا طریقہ اس طرح ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایک طرف قرآن مجید کو رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف پنے خود ساختہ بنائے قانون کو، اور پھر اس طرح حلف اُٹھاتے ہیں۔ کہ: **اقسم بهذا الكتاب** (قرآن کے طرف اشارہ کرتے ہیں)**أنی سأقضی بهذا الكتاب**(آیین کے طرف اشارہ کرتے ہیں) یعنی قرآن مجید کا حلف اُٹھاتے ہیں کہ ہم انگریز کے بنائے ہوئے قانون پر فیصلہ کریں گے۔ یہ جمہوریت کا ایک اور زہریلا نقصان ہے کہ اس نظام کی وجہ سے لوگ سیکولر دستور کی غلامی کو بخوشی قبول کرتے ہیں۔ اور اگر اس سیکولر دستور میں کوئی غیر شرعی حکم بھی ہو تو تجھے اس پر انکار کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے کیونکہ جمہوریت نے اس کو یہ حیثیت دی ہے۔

پانچواں نقصان: ایهام المسلمین:۔

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ جمہوری حضرات مسلمانوں میں جھوٹے وعدوں کے ذریعے وہم اور خیالی تصورات پیدا کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ خوشنما وعدے کئے جاتے ہیں، لیکن وعدے کرتے وقت اس بات سے بحث نہیں ہوتی کہ ان کو پورا کرنے کا کیا طریقہ ہو گا؟ اور اقتدار حاصل ہونے کے بعد وہ کس طرح روبعمل لائے جاسکیں گے؟ مسئلہ صرف یہ ہے کہ وعدوں کے نیلام میں کس طرح دوسروں سے بڑھ چڑھ کر بولی لگائی جائے؟

ہم برسر اقتدار آکر غریبوں کی قسمت بدل دیں گے، ہم پسماندہ علاقوں کو پیرس کا نمونہ بنادیں گے، ہم ہر ضلع میں ایک ہائی کورٹ قائم کردیں گے، ہم غربت اور جہالت کا خاتمہ کردیں گے۔ اس قسم کے بلند وبانگ دعوے اخباری بیانات سے لیکر تقریروں تک ہر جگہ سنائی دیتے ہیں، اور ان جھوٹے وعدوں اور دعووں کے ذریعے سادہ لوح عوام کو بے

وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اسی طرح مذہبی طبقے والے لوگ بھی سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے خوشنما وعدوں کے ذریعے دھوکہ دیتے ہیں۔

تقریری مقابلے:

جمہوریت کا طرۂ امتیاز وعدہ خلافی اور اقرار سے فرار ہونا ہے۔اس کی اصلی وجہ یہ ہوتی ہے، کہ بچہ جمہورا چونکہ وقتی طور پر اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتا ہے اور وہ صرف کسی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس مقصد کے لئے وہ اتنے بڑے وعدے کرتا ہے جن کا پورا کرنا کسی طرح اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا ہے، تو چارو ناچار راہ فرار اختیار کرتا ہے۔ مثلاً وہ وعدہ کرتا ہے: کہ جناب پہاڑ کی اس چوٹی پر پانی لانا اور ہر گھر میں پائپ لگا کر چلانا میرا پہلا کام ہوگا۔

محترم دوستو! جس دن میں کامیاب ہو گیا اسی دن دیکھو گے کہ یہاں بجلی روشن ہو گی، میری کامیابی ہو گی اور سوئی گیس کے لیمپ آپ کے گھروں میں روشن ہوں گے۔ میں اگرچہ ۲۰۱۸ء میں تقریر کر رہا ہوں، لیکن کامیاب ہوتے ہی میں اشیاء کی قیمتیں ۱۹۰۰ء کی سطح پر لے آؤں گا۔ میرے دوستو! یاد رکھو اگر مجھے کامیاب کر دیا تو میں پشاور کو لندن بنادوں گا

وہاں دوسرا اُلو کا پٹا کھڑا ہو کر شروع ہو جائے گا، کہ **نادانو!** ایک دفعہ مجھے کامیاب تو کرادو، میں بستی والا ہوں میں آٹا، دال، اور چینی غریبوں کے لئے مفت کی قیمت تک لاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ غریب کا بچہ کیا کچھ کھاتا ہے، مجھے اس کی تعلیم کا پورا احساس ہے۔جناب عالی! ابھی میں آرہا تھا راستے میں سارے گٹر اُبل رہے تھے۔ اگر کسی غریب کا بچہ اس میں گر کر مر جائے تو پھر کیا ہو گا؟ جس دن میں کامیاب ہوا تو حلف بعد میں اُٹھاؤں گا اور گٹروں کو پہلے بناؤں گا۔

یہاں ایک اور لنگڑا سٹیج پر کھڑا ہو کر دوسروں پر برسنا شروع ہو جائے گا، اور اپنی بے جا تعریف کرتے ہوئے کہے گا۔ کہ دوستو! میرے دل کو تم جانتے نہیں ہو میں اگر کامیاب ہوا تو ہر مزدور کی تنخواہ چالیس ہزار ماہانہ مقرر کروں گا، صنعتی انقلاب لاؤں گا اور دو تولے سونا ہر مزدور کی ماہانہ تنخواہ ہو گی۔ میں اسمبلی میں اس کا بل پاس کراؤں گا۔ امریکہ کا منہ کالا ہو گا۔

اگر دیکھا جائے تو نام نہاد مذہبی طبقے والے بھی جھوٹے اور خوشنما وعدوں میں دیگر جمہوریوں سے کم نہیں۔ وہ بھی سٹیج پر پہنچ کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے جلال میں آکر کہتے ہیں :

میرے اسلام کے غیور مسلمانو! میں اگر کامیاب ہو گیا تو پوری شریعت نافذ کر دوں گا۔ نہ یہاں چور رہے گا نہ رشوت خور رہے گا۔ یہ ملک مسلمانوں کا ہے، یہ شراب خوروں اور لُٹیروں کا نہیں۔ ہم عدالتوں کو درست کریں گے، ایک

دن مقدمہ دائر ہو گا دوسرے دن فیصلہ ہو گا۔ قرآن وسنت کے مطابق نظام جاری ہو گا اسلام کے زمزمے ہوں گے، بس صرف دیر اس کی ہے، کہ میں صرف اس حلقہ سے کامیاب ہو جاؤں، پھر یہاں اسلام آئے گا۔ تم امن وسکون، عزت وعظمت کی زندگی گذاروگے۔ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، زانی سنگسار ہو گا، قاتل سے قصاص لیا جائے گا، اسلام کا بول بالا ہو گا اور امریکہ کا منہ کالا ہو گا۔

ایک اور لٹیرا کھڑا ہو کر لوگوں کو اپنے فریب میں لاتے ہوئے خطاب کرے گا: کہ

میرے محنت کش ساتھیو! غریب کی محنت اور اس کے پسینے سے سرمایہ دار پانچ ہزار روپے اپنی جیب میں ڈالتا ہے اور غریب کو پانچ سو روپے بھی نہیں دیتا۔ ان کے کتے قورمے کھاتے ہیں اور غریب کا بچہ سوکھی روٹی کو روتا ہے۔ میرا کامیاب ہونا اور سب ظلم کا اندھیرا چھٹ جانا ہے۔ میں ان سرمایہ داروں سے ان کے کارخانے چھین کر غریب کے بیٹے کے ہاتھ میں رکھ دوں گا۔ یہ شیطان صفت انسان اور یہ درندے نونو گز کی کاروں میں گھومتے ہیں اور غریب کے لئے سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں ہے۔ میں اگر کامیاب ہو گیا تو میں ان درندوں کی چمڑی اُتار دوں گا۔ بس تم صرف ووٹ مجھے دیدو، آگے ان سے مقابلہ کرنا میرا کام ہے۔ عجیب ظلم ہے کہ ہم بھی انسان ہیں یہ بھی انسان ہیں۔ پھر ساری زمینیں ان کی کیوں ہے؟ سب کارخانے ان کے کیوں چلتے ہیں، بڑی بڑی تجارتی منڈیاں ان کی کیوں ہیں، یہ سور مار سامراج اور اس کے ایجنٹ یہاں ایسے نہیں رہیں گے۔ میں ان سے سب کچھ حساب لوں گا۔ پھر غریبوں اور محنت کشوں کا دور ہو گا اور امریکہ کا منہ کالا ہو گا۔ انتہیٰ

ناظرین! تجربہ بڑی چیز ہوتی ہے ستر (۷۰) سال سے زائد گذر گئے اور ہم نے جمہوریت کے خباثت کو قریب ہی سے دیکھ لیا کہ ہر جمہوری لٹیرا اس طرح جوش خطاب دکھا کر جب کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر اس کو دوبارہ اس گلی سے گذرتے ہوئے گھن آتی ہے اور وہ رومال منہ پر رکھ کر گذر جاتا ہے اور ایک وعدہ بھی پورا نہیں کرتا۔ اس طرح بد عہدی اور خلاف وعدگی اور جھوٹے وعدے اور دعوے کر کے وہ نئی نسل کو بگاڑ کر عیاری ومکاری کے اس میدان میں اُتارتا ہے کیا اس سے بلند نظری، عظمت ووقار کی ترقی ہو سکتی ہے؟ سچ ہے

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لہذا اب بھی وقت ہے کہ اس طاغوتی نظام سے دست بردار ہو کر خالص اسلامی نظام کے لئے نبوی طریقے پر جدوجہد شروع کریں۔

عجیب نقطہ!!!

جب کوئی آدمی دین اسلامی کی سربلندی کے لئے کوئی کوشش کرے اور پھر کسی وجہ سے اس کام میں ناکام ہوجائے، تو پھر یہ شخص کم از کم ثواب کی اُمید تو رکھتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ میرے ذمے تو محنت کرنا ہے نتیجہ پر تو میں مکلف نہیں ہوں۔ تو اس امید کی وجہ سے اس کو تسلی ملتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس جمہوری حضرات پہلے تو یہ آواز لگاتے ہیں کہ ہم اسلامی نظام کی کوشش کرتے ہیں۔ اور خدا کی زمین پر خدا کا نظام چاہتے ہیں، لیکن جب انتخابات میں ناکام ہوجاتے ہیں تو پھر پریشانی کا یہ عالَم ہوتا ہے، کہ تین دن تک تو کھانا بھی نہیں کھاتے اور اپنے ہی لوگوں سے گلے شکوے کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اگر ان کو اس کام پر ثواب کی اُمید ہوتی تو اتنے پریشان نہ ہوتے، لیکن ان کی پریشانی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کو اس کام میں ثواب کی اُمید بھی نہیں۔ **معلوم شد کہ حاجی نیست۔۔۔**

چھٹا نقصان: مخالفة النبی فی مواجهة الکفار:

نقصانات جمہوریت میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے کفار کے ساتھ جو معاملہ کیا تھا جمہوریت میں صراحتاً نبی کریم ﷺ کی مخالفت کی جاتی ہے۔ یعنی حضرت محمد ﷺ کا کفار کے ساتھ جو موقف تھا وہ انتخابات اور جمہوریت کے راستے میں ترک کیا جاتا ہے۔ **وہ اس طرح!** کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالیں تو ہمیں روز روشن کی طرح یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہر قول وفعل میں کفار کی مخالفت کی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے جب مدینہ منورہ ہجرت کی تو مدینہ منورہ میں یہود دسویں محرم (عاشوراء) کے دن کا روزہ رکھتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے یہود سے پوچھا کہ تم اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمن (فرعون) کو ڈھوباتھا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تھی، تو اس وجہ سے ہم یہ روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو آپ لوگوں سے میرے لئے زیادہ محترم ہیں اور یہ روزہ رکھنا شروع کردیا۔ لیکن پھر وفات کے وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَئِن بَقِيتُ اِلىٰ قَابِل لَاَصُومَنّ التَّاسِعَ وَفِي رِوَايَةِ اَبِي بَكر قَالَ يَعنِي عَاشُورَاء[1]

ترجمہ: اگر میں آیئندہ سال زندہ رہا تو (۹) محرم کو بھی روزہ رکھوں گا۔

اس لئے کہ صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا یہودیوں کا طریقہ تھا، تو آپ ﷺ نے یہود ونصاریٰ کی مخالفت کی ہے اور اُمت کو یہ تعلیم دی کہ ان کے ساتھ مشابہت سے بھی اجتناب کریں۔

---

[1] صحیح مسلم

اسی طرح بعض یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جناب آپ اتنی سختی کیوں کرتے ہو، نبی کریم ﷺ نے تو کفار کے ساتھ بہت نرمی کا معاملہ کیا ہے، اور اُمت کو بھی نرمی کی تعلیم دی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ نے نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپ اس قسم کے بے ہودہ سوالات نہ کرتے کیونکہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے بعض اوقات کسی مصلحت کی بنیاد پر کفار کے ساتھ نرمی کی ہے تو اسی طرح بعض اقات ان کے ساتھ سختی کا معاملہ بھی کیا ہے۔ جیسے خیبر کو فتح کرنے کے بعد بنو نظیر کو جلاوطن کر دیا اور آخر میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَأُخرِجَنَّ اليَهُودَ، وَالنَّصَارىٰ مِن جَزِيرَةِ العَرَبِ حَتّٰى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسلِماً" [1]

ترجمہ: البتہ میں نکال دوں گا یہود اور نصاری کو عرب کے جزیرہ سے یہاں تک کہ نہیں رہنے دوں گا اس میں مگر مسلمان کو۔

پھر حضرت عمرؓ نے اس پر عمل کیا اور یہود و نصاری کو جزیرہ عرب سے نکال دیا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"لا تبدءوا اليهود ولا النصارى بالسلام، فإذا لقيتم أحدهم في طريق، فاضطروه إلى أضيقه" [2]

ترجمہ: یہود و نصاریٰ سے ملاقات کے وقت سلام میں پہل نہ کرو اور اگر تم ان سے راستے میں مِلو تو ان کو راستے کے تنگ حصے میں چلنے پر مجبور کرو۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کفار محاربین ! جو مسلمانوں سے بر سرپیکار ہوں، انہیں ایذا پہنچاتے ہوں، اسلامی اصطلاحات کو مسخ کر کے اسلام کا مذاق اُڑاتے ہوں، اور مار آستین بن کر مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو منتشر کرنے کے درپے ہوں، اسلام ان کے ساتھ سخت سے سخت معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ رواداری کی ان کافروں سے اجازت دی گئی ہے جو محارب اور موذی نہ ہوں، ورنہ کفار محاربین سے سخت معاملہ کرنے کا حکم۔

علاوہ ازیں بسا اوقات اگر مسلمانوں سے کوئی قابل نفرت گناہ سرزد ہو جائے تو بطور تعزیر و تادیب ان کے ساتھ ترک تعلق اور سلام و کلام و نشست و برخاست ترک کرنے کا حکم شریعت مطہرہ اور سنت نبوی میں موجود ہے چہ جائیکہ کفار محاربین کے ساتھ۔

---

۱ صحیح مسلم: باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب: ج۳ ص۱۳۸۸

۲ صحیح مسلم: باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام: ج۴ ص۱۷۰۷

اسی طرح صحیح بخاری کی ایک حدیث میں "قبیلہ عکل" اور "عرینہ" کے آٹھ نو اشخاص کا ذکر ہے جو مرتد ہو گئے تھے، ان کے گرفتار ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے جائیں، اور ان کی آنکھوں میں گرم کر کے لوہے کی کیلیں پھیر دی جائیں اور ان کو مدینہ طیبہ کے کالے کالے پھتروں پر دھوپ میں ڈال دیا جائے، چناچہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ لوگ پانی مانگتے تھے لیکن پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں:

" **فرأيت الرجل منهم يكدم الأرض بلسانه حتى يموت**" کہ وہ پیاس کے مارے زمین چاٹتے تھے مگر انہیں پانی دینے کی اجازت نہ تھی۔ امام نوویؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

" **وَأَجَابَ النَّوَوِيُّ بِأَنَّ الْمُحَارِبَ الْمُرْتَدَّ لَا حُرْمَةَ لَهُ فِي سَقْيِ الْمَاءِ وَلَا غَيْرِهِ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ أَنَّ مَنْ لَيْسَ مَعَهُ مَاءٌ إِلَّا لِطَهَارَتِهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْقِيَهُ لِلْمُرْتَدِّ وَيَتَيَمَّمَ بَلْ يَسْتَعْمِلُهُ وَلَوْ مَاتَ الْمُرْتَدُّ عَطَشًا**"[1]

"امام نوویؒ فرماتے ہیں: کہ محارب مرتد کا پانی وغیرہ پلانے میں کوئی احترام نہیں، چناچہ جس شخص کے پاس صرف وضو کے لئے پانی ہو تو اس کو اجازت نہیں ہے کہ یہ پانی مرتد کو پلا کر تیمم کرلے، بلکہ اس کے لئے یہ حکم ہے کہ پانی مرتد کو نہ پلائے اگرچہ وہ پیاس سے مر جائے بلکہ وضو کر کے نماز پڑھے"

اسی طرح عمرؓ فاروق نے تو مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ ہر قسم مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فاروق اعظمؓ نے اہل کتاب کو مسلمانوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ٹوپی پہننے سے بھی منع کیا تھا، یہاں تک کہ اہل کتاب سے فرمایا کہ تم بغیر ضرورت کے گھوڑے پر سواری بھی نہیں کروگے۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگ کفار کے ساتھ سختی کو بُرا سمجھتے ہیں، اور کفار کے ساتھ سختی کو بد اخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو کیا نبی کریم ﷺ نے یہود ونصاری کے ساتھ جو سختی کی تھی نعوذ باللہ وہ بد اخلاقی تھی؟ حالانکہ آپ ﷺ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے واضح ارشاد فرمادیا:

"اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ[2]

ترجمہ: آپ اخلاق کی اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔

اسی طرح شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اپنی مشہور کتاب (**اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم**) میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے اور ان کے ساتھ نرمی برتنے کی سختی سے تردید کی ہے۔ لیکن آج کے دور میں لوگ اس سختی کو بد اخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اخلاق کے اچھے اور بُرے ہونے کا مدار جمہوریت پر ہے۔ یعنی جس قول و عمل میں جمہوریت کا فائدہ ہو تو یہ اچھے اخلاق ہیں۔ اور جس قول و عمل میں جمہوریت کا

---

۱ فتح الباری لابن حجر: ج ۱ ص: ۳۴۱

۲ سورۃ القلم آیت ۴

نقصان ہو تو یہ بُرے اخلاق ہیں۔ اور یہ بعینہ جمہوریت کے بانی میکاوٗلی کا نظریہ ہے۔ کیونکہ ان کا نظریہ یہ تھا: کہ جس چیز پر آپ کی حکمرانی باقی رہے تو اگرچہ وہ سب سے بُرا کام کیوں نہ ہو لیکن وہ اچھا ہی شمار ہو گا۔ اس کے بر خلاف جس چیز کی وجہ سے آپ کی حکمرانی خطرہ میں ہو تو وہ اگرچہ سب سے اچھا اور بہترین کام کیوں نہ ہو لیکن وہ بُرا ہی شمار ہو گا۔

خلاصہ کلام:

اس پوری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ، اور تابعینؒ و تبع تابعینؒ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہر طرح کی مخالفت بھی کی ہے اور ان کے ساتھ نرمی کی بجائے سختی سے بھی پیش آئے ہیں۔ لیکن جمہوریت میں آپ ﷺ کے اس عمل کی صراحتاً مخالفت کی جاتی ہے۔ لہذا اب بھی وقت ہے کہ اس طاغوتی نظام سے برأت کر کے خالص اسلامی نظام کی ہر ممکن کوشش کریں، ورنہ کل قیامت کے دن خالق کائنات کو کیا جواب دو گے ؟

ساتواں نقصان: الوسیلۃ المحرّمۃ:

مفاسد جمہوریت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نظام میں حرام وسلے بنائے جاتے ہیں۔ جمہوریت کے بانی میکاوٗلی نے ایک قاعدہ وضع کیا ہے کہ: **"اَلغَایۃُ تُبرّرُ الوَسِیلۃَ"** (یعنی مقصد ذرائع کو نیک بناتا ہے)۔

مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کا مقصد صحیح ہو تو پھر آپ جس راستے کو بھی اختیار کریں گے وہ ٹھیک ہو گا۔ لیکن دین اسلام اس حرام وسیلے کی اجازت نہیں دیتا اور اس کی مثال تو یہ ہے کہ اگر آپ نعوذ باللہ سینما کھول کر مال جمع کرتے ہو اور آپ کا مقصد یہ ہو کہ میں اس مال پر حج کروں گا۔ یا یہ مال مجاہدین کو دوں گا، یا اس مال کو مدارس و مراکز میں استعمال کروں گا۔ تو کیا اس نیک مقصد سے سینما کے ذریعے مال کمانا درست ہو گیا؟ ہر گز نہیں۔ لیکن جمہوری حضرات پھر بھی میکاوٗلی کے خود ساختہ قاعدے پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ جمہوری راستے اگرچہ درست نہیں لیکن ہمارا مقصد تو نیک ہے، جو کہ اسلامی نظام کا عملی نفاذ ہے۔ اگر ذرا وضاحت کرتا چلوں تو یہی طریقہ اہل کتاب نے بھی اپنایا تھا۔ جس کا بیان کچھ یوں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ "[1]

ترجمہ: اہل کتاب کے ایک گروہ نے (ایک دوسرے سے) کہا ہے کہ: جو کلام مسلمانوں پر نازل کیا گیا ہے اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آؤ، اور دن کے آخری حصے میں اس سے انکار کر دینا، شاید اس طرح مسلمان (بھی اپنے دین سے) پھر جائیں۔

---

[1] آل عمران: آیت ۷۲

مذکورہ آیت سے صاف صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہودیوں کے نزدیک تو اسلام قبول کرنا ایک حرام کام تھا، لیکن وہ اس قاعدے کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ صبح اسلام قبول کرو اور مغرب کے وقت پھر انکار کرو۔ تو اس میں یہود کا مقصد یہ تھا کہ:"**لعلهم يرجعون** "کہ یہ اور لوگ بھی اسلام سے انکار کرے تو مقصد کو پورا کرنے کے لئے اُنہوں نے ایک ناجائز کام جو ان کے نزدیک اسلام قبول کرنا تھا اس کو بھی جائز قرار دیا۔

اور یہی طریقہ آج مسلمانوں نے بھی اپنا کر کہنے لگے کہ ہم مانتے ہیں کہ جمہوریت ایک کفری اور طاغوتی نظام ہے لیکن ہمارا مقصد تو نیک ہے کیونکہ ہم اس نظام میں شرکت اس لئے کرتے ہیں کہ غالب اکثریت حاصل ہو جائے اور پھر ہم اس ملک میں حقیقی معنوں میں اسلامی نظام کو نافذ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ پھر ان کے قائدین جلسے جلوس میں شرکت کو عظیم عبادت بلکہ اپنے لئے جہاد ہی تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ دوسری طرف نہیں دیکھتے کہ پارلیمنٹ میں شریعت مطہرہ کا کس طرح مذاق اُڑاجاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قانون ایک فاسق وفاجر کے سامنے اس طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو اللہ کے نازل کردہ قانون کو اس قابل بنادو کہ اس پر فیصلہ کر دیا جائے۔

اس کی ایک دوسری مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ اور حرمت کی وجہ یہ ہے کہ شراب انسانی عقل کو ختم کرتا ہے تو کیا جب آپ یہ سوچیں کہ ایک قطرے شراب سے تو عقل کو نقصان نہیں پہنچتا اور جسم کو تقویت بھی ملتی ہے تو کیا اس مقصد سے شراب کا قطرہ حلال ہو جائے گا؟ **كلا وحاشا** ہرگز نہیں۔

دینی مصلحت کے لئے معصیت کی اجازت نہیں:

فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں:

یہ حقیقت تو ہر شخص جانتا ہے کہ دنیوی مصلحت و نفع کے لئے گناہ کرنا یا کسی فرض وواجب کو چھوڑنا جائز نہیں، مثلاً کوئی شخص دنیوی نفع کے لئے جھوٹ بولے، دھوکہ دے، نماز نہ پڑھے یا جماعت ترک کر دے تو ظاہر ہے کہ ایسا کرنا فسق وحرام ہے، اسی طرح کسی دینی مصلحت کے لئے بھی کسی معصیت کا ارتکاب حرام ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت تمام مصالح پر مقدم ہے اور اُم المصالح ہے، اس پر سب مصالح کو قربان کر دیا جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص سنیما یا سود کے ذریعہ اس لئے رقم کماتا ہے کہ اس سے دینی مدارس چلا سکے یا اس نیت سے رقص کراتا ہے کہ لوگ جمع ہو جائیں پھر ان کو وعظ کیا جائے۔ ایسا کرنا بہت سخت گناہ ہے اور نہایت خطرناک گمراہی ہے۔ حاصل یہ کہ کسی دینی یا دنیوی مصلحت سے کسی معصیت کا ارتکاب جائز نہیں۔ یہ سراسر غلط ہے مسلمان تو وہی ہے جو ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھے اور اس کی قائم کردہ حدود سے ذرا بھی تجاوز نہ کرے، جو لوگ سیاست کا کام محض اقتدار کے لئے کرتے ہیں اور ان کو

ملک کی دینی و دنیوی فلاح سے کچھ غرض نہیں، وہ سیاسی کام میں احکام اسلام کو ملحوظ نہیں رکھتے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، حیرت تو ان حضرات پر ہے جو یہ دعوی کرتے ہیں:

"موجودہ سیاست میں حصہ لینے سے ہمارا مقصود ملک میں صحیح اسلامی نظام قائم کرنا ہے"

مگر پھر بھی وہ سیاسی کاموں میں احکام اسلام کی پروا نہیں کرتے، غیر مشروع تدابیر اختیار کرتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے: "آپ تو اسلامی نظام قائم کرنے کی مدعی ہیں مگر آپ خود اسلام نافذ کرنے کے لئے جو طریقے اختیار کر رہے ہیں وہ غیر اسلامی اور ناجائز ہیں"

تو جواب دیتے ہیں:

"اگر چہ یہ طریقے ناجائز ہیں مگر ان کے بغیر اسلام کا لانا ممکن نہیں، اس لئے اب تو جائز ناجائز کی پروا کئے بغیر اقتدار حاصل کرنے کی جدوجہد لازم ہے، اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد پورے طور پر اسلام نافذ کر دیں گے"

یہ محض دھوکہ ہے، ہمیں ان کی نیت پر شبہہ نہیں مگر ان کا طریق کار ایسا ہے کہ اس سے نفاذ اسلام کی توقع ہر گز نہیں کی جاسکتی، کیونکہ غیر اسلامی طریقوں سے بے دینوں کی کامیابی تو ممکن ہے مگر دینداروں کو اول تو کامیابی ہو گی نہیں، اور اگر صورۃً کامیابی ہو بھی گئی تو اس کے نتیجہ میں اسلام نہیں آئے گا بلکہ اسلام کے نام کی کوئی اور چیز ہو گی، اور صورۃ جو کامیابی ہو گی وہ بھی چند روز سے آگے نہ بڑھے گی، جب اس کی بنیاد ہی کمزور تھی تو اس پر عمارت کیسے قائم رہ سکتی ہے؟

عقل، نقل اور مشاہدہ سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے مسلمانوں کو ہر گز ہر گز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اگر کبھی غیر مشروع اور ناجائز طریقوں سے کفار و فساق کو کامیابی ہوئی ہو تو اس پر مسلمانوں کو قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ مسلم اور کافر کی طبعی اُفتادہ اور مزاج میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ ایک نسخہ ایک مزاج کے لئے مفید اور دوسرے مزاج کو مضر ہوتا ہے جیسا کہ ایک قصہ مشہور ہے:

"بھنگی عطر کے دکان کے پاس گزرا، اس کا دماغ جو پاخانہ کی بدبو سے مانوس تھا خوشبو کو برداشت نہ کر سکا اس لئے بے ہوش ہو گیا، بہت علاج کئے گئے مگر سب ناکام رہے، اس کے بھائی کو علم ہوا تو وہ ایک شیشی میں پاخانہ بھر کر لایا اور اس کی ناک کے ساتھ لگادی وہ فوراً ہوش میں آگیا"

ٹھیک اسی طرح کفار و فساق کا دماغ معصیت کے تعفن سے سڑا ہوا ہے، اس لئے ان کو حرام اور ناجائز کاموں کی بدبو نافع ہے بخلاف مسلمان کے کہ یہ ایک شہزادہ ہے اس کا دماغ نہایت صاف اور پاکیزہ ہے، اس کو تو صرف احکام شرعیہ کی خوشبو ہی نفع دیگی، کوئی احمق شہزادہ کو بھنگی پر قیاس کرکے اُسے پاخانہ سُنگھادے تو شہزادہ کا دماغ پھٹ جائے گا۔

مسلمان کو کفار وفساق پر قیاس کرنا غلط ہے کہ جو چیز اُن کو نافع ہوگی وہی چیز اِن کے لئے بھی نافع ہوگی، یہ قیاس اس بوجھ بجھکڑ کی منطق جیسا ہے جو اس کے دماغ میں کسی کو درخت سے اُتارنے کے لئے آئی تھی، قصہ یہ پیش آیا:

"ایک شخص درخت پر چڑھ گیا اُترنے کی ہمت نہ ہوئی، لوگوں کو پکارا، وہ جمع ہوگئے اور مختلف تدبیریں سوچیں مگر اطمینان نہ ہوا، بالآخر طے پایا کہ یہ عقدہ بوجھ بجھکڑ سے حل کرایا جائے، کیونکہ وہ بستی میں سب سے زیادہ عقلمند ہے، اس سے درخواست کی گئی تو وہ موقع پر پہنچا اور کہا کہ تم سب بے عقل ہو، میرے بغیر ایک معمولی سی بات کا حل نہیں نکال پائے، اس کی تو بہت آسان تدبیر ہے۔ ایک لمبا رسّہ اس شخص کیطرف پھینکو وہ اپنی کمر سے خوب مضبوط باندھ لے، پھر نیچے کے لوگ خوب زور سے جھٹکا لگا کر اپنی طرف کھینچیں، بڑی آسانی سے نیچے پہنچ جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، وہ شخص اس زور سے گرا کہ کہ ہڈی پسلی ٹوٹ گئی اور مر گیا، لوگوں نے بوجھ بجھکڑ سے کہا کہ یہ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس شخص کی قسمت خراب تھی ورنہ تو میں نے کتنوں کو اس طریقہ سے کنویں سے نکالتے دیکھا ہے"

جیسے اس بوجھ بجھکڑ کا درخت پر چڑھنے والے کو کنویں میں گرنے والے پر قیاس کرنا صحیح نہیں، اسی طرح مسلمانوں کو کفار پر قیاس کرنا غلط اور مہلک ہے، کفار پستی میں ہیں اور مسلمان بلندی پر کفار جن تدابیر کے ذریعہ پستی سے بلندی کی طرف آنے میں کامیاب ہو رہے ہیں، اگر وہی تدابیر مسلمان اختیار کریں تو بلندی سے پستی میں جا گریں گے۔ جوتے میں نجاست گر جائے تو اس کو پھینکا نہیں جاتا مگر ٹوپی میں کسی چیز کا ذرا سا بھی دھبہ لگ جائے تو فوراً اُتار دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمان ٹوپی کی طرح معزز ہیں اور کفار جوتے کی طرح ذلیل۔ تو خلاصہ یہ نکلا کہ دینی مصلحت کے لئے کسی معصیت کا ارتکاب جائز نہیں۔[1]

آٹھواں نقصان: تفریق وحدة المسلمین:

مفاسد جمہوریت میں سے ایک عظیم نقصان یہ بھی ہے، کہ اس فرسودہ نظام کی وجہ سے مسلمانوں کے اجتماعیت اور وحدت کو توڑا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ واریت کی آگ کو بھڑکایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے فرقہ واریت سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ"[2]

---

[1] احسن الفتاوی: ج ۶ ص ۳۷

[2] الانعام: ۱۵۹

ترجمہ:(اے پیغمبر) یقین جانو کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا ہے، اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا معاملہ تو اللہ کے حوالے ہے، پھر وہ انہیں جتلائے گا کہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ بے شک جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ گروہ بن گئے تو " لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ " یعنی آپ ان کے منہج اور دین پر نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے تفریق لایا اور یہ حرام فعل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے دین سے الگ کر دیا۔

اور فرقہ واریت سے نبی کریم ﷺ نے بھی منع فرمایا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

" من أتاكم وأمركم جميع على رجل واحد، يريد أن يشق عصاكم، أو يفرق جماعتكم، فاقتلوه "[1]

ترجمہ: جو شخص تمہارے پاس آوے اور تم سب ایک شخص کے اُوپر جمے ہو، وہ چاہے تم میں پھوٹ ڈالنا اور جدائی کرنا تو اس کو مار ڈالو۔

ناظرین! نبی پاک ﷺ کی سیرت کو جب دیکھا جائے تو آپ کے اخلاق کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ "[2]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

" لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ "[3]

ترجمہ: (لوگو) تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جس کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے، جو مؤمنوں کے لئے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے۔

تو مذکورہ صفات کے باوجود نبی کریم ﷺ اس شخص کے قتل کا فتوی خود دیتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کے قتل کا فیصلہ نبی کریم ﷺ نے کیا ہے آخر اس کا جرم کیا ہے؟ تو اس کا جرم صرف یہی ہے کہ یہ شخص مسلمانوں کے اجتماعیت کو ختم کرنا چاہتا ہے تو اس وجہ سے یہ مباح الدم بن گیا اس کے برخلاف جمہوریت آپ کو کھلم کھلا اجازت دیتا ہے

---

۱ صحیح مسلم: باب حکم من فرق امر المسلمین وھو مجتمع: ج۳ ص ۱۴۸۰

۲ الانبیاء: ۱۰۷

۳ التوبۃ: ۱۲۸

کہ جتنی پارٹیاں بناسکتے ہو بناؤ، اور مسلمانوں میں تفریق ڈالو۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ایسا فعل ہے جو سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے، لیکن جمہوریت بھرپور اس کام کی خدمت میں مگن ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

" إذا بويع لخليفتين، فاقتلوا الآخر منها"[1]

ترجمہ: جب دو خلفاء سے بیعت کی جاوے تو جس سے اخیر میں بیعت ہوئی ہو اس کو مار ڈالو۔ (اس لئے کہ اس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے)

مذکورہ حدیث میں حضور پاک ﷺ نے ایسے شخص کے قتل کا حکم کیا ہے جس کے ہاتھ پر لوگ خلافت کے لئے بیعت کرتے ہیں، لیکن جب اس کی بیعت کے ساتھ مسلمانوں کی اجتماعیت ختم ہوتی ہے تو حضور پاک ﷺ نے اس کو مباح الدم ٹھہرا کر اس کے قتل کا فیصلہ کر دیا۔ تو اس حکم سے آپ خود اندازہ کیجئے کہ نبی پاک ﷺ مسلمانوں کی اجتماعیت پر کس قدر حریص تھے۔ لیکن جمہوریت بھرپور اس کے خلاف کرتا ہے۔

فرقہ واریت اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرقہ واریت کو بطور عذاب ذکر کیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ"[2]

ترجمہ: کہہ دو وہ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیجدے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (نکال دے) یا تمہیں مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے بڑا دے اور ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھادے۔ دیکھو! ہم کس طرح مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں واضح کر رہے ہیں تاکہ یہ کچھ سمجھ سے کام لیں۔

ناظرین! مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے اپنے عذاب کے انواع واقسام ذکر کئے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تم پر آسمانی یا زمینی عذاب نازل کر دے اور تیسرا قسم عذاب یہ ہے کہ تم کو فرقہ واریت کا لباس پہنادے گا۔ تو معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالی نے فرقہ واریت کو بطور عذاب ذکر کیا ہے تو جمہوری نظام کا ہم پر مسلط ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم عذاب ہے۔ جس سے نجات کا واحد راستہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا اور اس طاغوتی نظام سے مکمل

---

۱ صحیح مسلم: باب اذا بویع لخلفتین: ج۳ص ۱۴۸۰

۲ الانعام: ۶۵

طور پر اجتناب کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بہن، بھائیوں کی کوششوں کی بدولت، وطن عزیز اور پوری دنیا میں اسلامی نظام کی بہاریں نصیب فرمائیں۔

نواں نقصان: هدم مُواخات المسلمين :

اسلامی اخوت کو ختم کرنا:

جمہوریت کے زہریلے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس طاغوتی نظام کی وجہ سے مسلمانوں میں اسلامی اُخوت ختم ہو کر حزبی اُخوت پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسی اُخوت حزبی کی وجہ سے پھر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بغض رکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے پر کفر کا فتوی لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک فاسق وفاجر انسان کو ایک عالم دین کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں اور ایک ہندو کافر سے جب ووٹ حاصل کرنے کی اُمید ہو تو پھر اس کو بھی مسلمان کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ "[1]

ترجمہ: حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان تعلقات اچھے بناؤ، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ آج کل مسلمان جو ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے ہیں، اور ایک دوسرے کے قتل کرنے پے امادہ ہیں، یہ صرف جمہوریت کی وجہ سے، کیونکہ ان کے درمیان میں آپس کا اسلامی اُخوت ختم ہو چکا ہے۔

دسواں نقصان: التعصب القومية:

جمہوریت کے مفاسد میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اس جاہلی نظام کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان قوم پرستی کی آگ بھڑک جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو مختلف اقوام میں بٹنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

" وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا " الخ[2]

ترجمہ: اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

---

۱ الحجرات: ۱۰

۲ سورۃ الحجرات: ۱۳

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا مختلف قوموں اور قبائل میں تقسیم کرنا صرف تمیز کے لئے ہے اختلافات کے لئے نہیں، اور نہ ہی ایک دوسرے پر فوقیت ظاہر کرنے کے لئے۔

اور قوم پرستی کی طرف دعوت دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم پرستی کو حمیۃ الجاہلیہ سے تعبیر کیا ہے:

" إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ" الخ[1]

ترجمہ (چنانچہ) جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں اس حمیت کو جگہ دی جو جاہلیت کی حمیت تھی۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قوم پرستی کو غیرت جاہلی سے تعبیر کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ارشادات میں قوم پرستی کو دعوی جاہلیت کہا ہے۔

ایک اہم وضاحت!!!

عام طور پر ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے جو زمانہ گزرا ہے صرف وہی جاہلیت کا زمانہ ہے پھر جاہلیت نہیں آسکتی، حالانکہ جاہلیت کے اپنے مراتب ہیں۔

مراتب جاہلیت:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے چار مراتب ذکر کئے ہیں:

(۱)ظن الجاهلية (۲)حكم الجاهلية (۳)حمية الجاهلية (۴) تبرج الجاهلية

(۱)ظن الجاہلیۃ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ"[2]

ترجمہ: وہ لوگ اللہ کے بارے میں ناحق ایسے گمان کر رہے تھے جو جاہلیت کے خیالات تھے۔

اب دیکھتے ہیں کہ جمہوریت میں یہ تصور کس حد تک موجود ہے، تو جمہوریت کی بنیاد تو اکثریت پھر ہے اقلیت اگرچہ حق منہج پر ہو لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے، تو معلوم ہوا کہ جمہوریت میں ظن الجاہلیۃ بھی موجود ہے۔

(۲)حکم الجاہلیہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱سورۃ الفتح:۲۶

۲ال عمران:۱۵۴

" أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ"[1]

ترجمہ: بھلا کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ یقین رکھتے ہوں ان کے لئے اللہ سے اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟

یہ تو جمہوریت کا ثمرہ ہے کہ اس جاہلی نظام میں فیصلہ غیر اللہ کے قانون پر ہوتا ہے۔

(۳) حمية الجاهلية: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ" الخ

ترجمہ (چناچہ) جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں اس حمیت کو جگہ دی جو جاہلیت کی حمیت تھی۔

(غیرت جاہلی) جس کو قوم پرستی بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جمہوریت میں اکمل طریقے سے موجود ہے۔

(۴) تبرج الجاهلية: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى"

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلے بار جاہلیت میں دکھاجاتا تھا۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جمہوریت میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہوتی ہے، اور حقوق نسواں کے نام پر لوگوں میں فحاشی پھیلاتے ہیں۔ تو اس پورے تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جمہوریت ایک جاہلی نظام ہے کیونکہ اس میں جاہلیت کے تمام مراتب بطریق اکمل موجود ہیں۔

گیارھواں نقصان: تفويض أمر إلى غيرأهله:

جمہوریت کے زہریلے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اس طاغوتی نظام میں خلافت کا اہم فریضہ نااہلوں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جمہوریت میں تو اکثریت پر فیصلے ہوتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں نے اگر فاسق وفاجر آدمی کو بھی منتخب کیا تو پھر وہی حاکم بنے گا اگر کہ وہ حاکم بننے کا اہل نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں لوگ جاہلوں کو اپنے ائمہ بنائیں گے:

---

[1] المائدہ: ۵۰

" عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «إن الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى إذا لم يبق عالما اتخذ الناس رءوسا جهالا، فسئلوا فأفتوا بغير علم، فضلوا وأضلوا"[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ علم کو آخری زمانہ میں اس طرح نہیں اُٹھائے گا، کہ لوگوں کے دل ودماغ سے کھینچ کر اس کو نکال دے، بلکہ علم کو اس طرح اُٹھالے گا کہ علماء کو اس دنیا سے قبض کرلے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی بھی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو امام بنالیں گے، اور ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے تو وہ لوگوں کو بغیر علم کے فتوی دیں گے، لہذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ سے ایک اعرابی نے پوچھا، کہ قیامت کب ہوگی؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" فإذا ضيعت الأمانة فانتظر الساعة»، قال: كيف إضاعتها؟ قال: «إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة"[2]

ترجمہ: جب امانت ضائع ہوجائے تو پھر قیامت کا انتظار کر، اس شخص نے پوچھا کہ امانت کا ضائع ہونا کس طرح ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جب خلافت نااہل کے سپرد کردی جائے تو پھر قیامت کا انتظار کر۔

بارھواں نقصان: اَلتَّعَاوُنُ عَلَى الإِثْمِ:

جمہوریت کا ایک زہر یہ بھی ہے، اس فرسودہ نظام میں لوگ گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ"[3]

ترجمہ: اور نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، اور گناہ وظلم میں تعاون نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

" وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ"

---

۱ صحیح بخاری: ج ۱ ص ۳۱

۲ صحیح البخاری: ج ۱ ص: ۲۱

۳ سورۃ المائدہ: ۲

ترجمہ: اور (مسلمانو) ان ظالم لوگوں کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا، کبھی دوزخ کی آگ تمہیں بھی آپکڑے اور تمہیں اللہ کو چھوڑ کر کسی قسم کے دوست میسر نہ آئیں، پھر تمہاری کوئی مدد بھی نہ کرے۔[1]

تو معلوم ہوا کہ گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرنا چاہیئے لیکن جمہوریت میں بھرپور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کی جاتی ہے: مثال کے طور پر جب کوئی لیڈر یا نمائندہ اپنی قدرت کی وجہ سے لوگوں پر ظلم کرے یا شریعت کی توہین کرے، یا دوسروں کے حقوق ضائع کرے، تو ان گناہوں میں وہ سب لوگ اس کے ساتھ شریک ہوں گے جنھوں نے اس کو ووٹ دیا ہے: کیونکہ انہی لوگوں کے ووٹ کی قوت سے یہ لیڈر بنا ہے۔ حالانکہ شریعت کے اُصول تو یہ ہیں کہ معصیت کے کاموں میں کسی کی اتباع لازم نہیں اگر کہ معصیت کا حکم کرنے والا حاکم وقت ہی کیوں نہ ہو

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق**"[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت لازم نہیں۔

تیرھواں نقصان: التّزکیۃ حسب المصلحۃ:

مفاسد جمہوریت میں سے ایک مفسدہ اور نقصان یہ بھی ہے، کہ اس فرسودہ اور طاغوتی نظام میں منتخب نمائندے منہ بھر بھر کر خود اپنی تعریف اور اپنی خدمات کا مبالغہ آمیز تذکرہ کرتے ہیں۔

یاد رکھئے! خود ستائی، نام ونمود اور دکھاوے کو مذہب واخلاق کے ہر نظام میں گناہ یا کم از کم بُرا ضرور سمجھا گیا ہے، لیکن انتخابی سیاست کے مذہب میں یہ عمل کسی قید و شرط کا پابند نہیں رہا۔

اسی طرح میدان جمہوریت میں رائی کا پہاڑ بنانا، پیتل کو سونا بتانا، پیدل کو شہسوار بنانا، تاریکی کو روشنی گردا ننا، جھونپڑی کے مالک کو چاند پر بٹھانا، بھوکے سامعین کو شیخ چلی کا خیالی پلاؤ کھلانا اور آفتاب وماہتاب کو چراغ دکھانا ہر کارکن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے۔ عصری تعلیم میں میٹرک فیل کو افلاطون وبو علی سینا کا ہم پلہ بتانا ضروری ہوتا ہے۔ ایسا غوجی کی عبارت نہ سمجھنے والے کو سبع شداد کا ماہر، حکمت ومنطق کا امام، احادیث وفقہ کا شیخ اور کل علوم کا علامہ بتانا تو معمولی بات ہوتی ہے۔

معمولی تجارت کا مالک اس وقت بین الاقوامی تاجر کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے، معمولی ڈاکٹر اسپیشلسٹ اور فارین کی ڈگریوں کا مالک بتایا جاتا ہے۔ قوم کا خون چوسنے والا خادم قوم کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ سود خور اور ہر کالے

۱: سورۃ ھود: ۱۱۳

۲ شرح السنۃ باب الطاعۃ فی المعروف ج: ۱۰ ص: ۴۴

دھندے کا مرتکب زمانے کا پارسا بن جاتا ہے۔فاسق وفاجر، داڑھی منڈا، شرابی، کبابی بلکہ غیر مسلم ہندو، قادیانی، پارسی، دہریہ، کمیونسٹ، اچھے، متقی، پرہیز گار، شریف، دیانتدار، تہجد گزار کی صورت میں ابھر کر آتا ہے۔

خاکم بدہن اگر کوئی عورت اور صنف نازک امیدوار کی حیثیت سے سامنے آتی ہے تو وہ حوروں کی سہیلی اور پارساؤں کی ماں سے کم درجہ کی نہیں ہوتی ہے۔وہ پھر عورت نہیں بلکہ اسٹیجوں کی خطیبہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے، اور اب وہ صنف نازک کی بجائے خاتون آہن کے شاندار الفاظ سے پکاری جاتی ہے۔

بس سب محمودہ صفات کا مجموعہ وہ خوش قسمت امیدوار بن جاتا ہے اور نعرے لگتے ہیں: کہ ہماری شان تمہاری شان، فلاں فلاں اور فلاں، جب تک سورج چاند رہے گا فلاں تیرا نام رہے گا، ہمارا محبوب تمہارا محبوب پیارا محبوب پیارا محبوب، تیری تقدیر میری تقدیر قوم کی تقدیر قوم کی تقدیر، میرا ہیرو تیرا ہیرو قوم کا ہیرو قوم کا ہیرو۔اس طرح جمہوری لٹیرا قوم کی برین واشنگ کرتا ہے اور اُلّو کی چربی سے مالش کرکے انہیں مغز خر کا کشتہ کھلا کر سوار ہو جاتا ہے اور جہاں چاہتا ہے لے چلتا ہے۔ آپ خود انصاف کریں کہ اس طرح نمائندہ آگے چل کر سدھرے گا یا بگڑے گا۔سچ ہے کہ:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

اسی طرح متبعین بھی اپنے ایسے لیڈوروں کا تزکیہ بیان کرتے ہیں، جنہوں نے پوری زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی میں گزاری ہو، اور نیکی کا کام تو اس نے کبھی غلطی سے بھی نہیں کیا ہوگا، لیکن جب وہ انتخابات میں حصہ لے لیں تو پھر لوگ اپنے مفادات کی خاطر اس کا تزکیہ بیان کرتے ہیں اور اس کو قسم قسم کے القابات سے پکارتے ہیں مثلاً: بے داغ ماضی، نڈر قیادت، نوجوان قیادت، غریبوں کا غمخوار، وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ یہ یہودیوں کی عادت تھی کہ جس کام پر ان کی تعریف کی جاتی تھی تو اس پر وہ خوش ہوتے اگر کہ حقیقت میں وہ کام انہوں نے سرانجام نہ دیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ“[1]

ترجمہ: یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے جو اُنہوں نے کئے ہی نہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ وہ عذاب سے بچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان کے لئے دردناک سزا (تیار) ہے۔

---

1 آلِ عمران:۱۸۸

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خلافت اللہ تعالیٰ کا عہدہ ہے اور جو لوگ اس عہدے کے بدلے پیسے لیتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ "[1]

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے حقیر معاوضہ لیتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور ان سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نہ دیکھے گا اور انہیں پاک بھی نہیں کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ خلافت کے عہد کے بدلے پیسے لیتے ہیں، مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے چار قسم کے عذاب بیان کئے ہیں (۱) ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ (۲) اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کلام نہیں کرے گا۔ (۳) اللہ تعالیٰ ان کے طرف نظر نہیں کرے گا (۴) اور نہ ان کو پاک کیا جائے گا۔

نوٹ! یہاں جو کلام اور نظر سے نفی کی گئی ہے اس سے مراد رحمت والا کلام اور نظر ہے ورنہ غضب کا کلام تو ہوگا۔

عجیب لطیفہ !!!

یہاں میں آپ کو ایک بات بطور خوش مزاجی کے بیان کرتا ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب آپ بات کو سمجھ لیں تو آپ کو بھی بے اختیار ہنسی آجائے گی۔

دیکھو انتخابات میں یہ متبعین اپنے لیڈروں کے اتنے صفات بیان کرتے ہیں کہ ان کا درجہ فرشتوں سے بھی بڑھا دیتے ہیں۔

لیکن کچھ ہی دنوں کے اندر جب یہ لیڈر ان متبعین پر پیسے بند کر دیتے، تو پھر متبعین کی حالت دیکھو!

جو اپنے ہی لیڈروں کو ایسی گالیاں دیتے ہیں، جن کی معانی دنیا کے کسی بھی ڈکشنری میں نہیں ملے گی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق بنتے ہیں:

" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ "[2]

---

۱ آلِ عمران:۷۷

۲ سورۃ الحج:۱۱

ترجمہ: اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو ایک کنارے پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ چناچہ اگر اسے (دنیا میں) کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش پیش آگئی تو وہ منہ موڑ کر (پھر کفر کی طرف) چل دیتا ہے، ایسے شخص نے دنیا بھی کھوئی، اور آخرت بھی، یہی تو کھلا ہوا گھاٹا ہے۔

تو ان متبعین کی حالت یہ ہے کہ یہ پیسوں کے غلام بن جاتے ہیں، جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے بد دعا بھی ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"تعس عبد الدينار، وعبد الدرهم، وعبد الخميصة، إن أعطي رضي، وإن لم يعط سخط، تعس وانتكس، وإذا شيك فلا انتقش"[1]

ترجمہ: دینار درہم خمیصہ کا بندہ تباہ ہوا، اگر اسے دیا جائے تو راضی ورنہ ناراض، ایسا شخص تباہ اور سرنگوں ہوا اور اگر اسے کانٹا لگے تو پھر نہ نکلے۔

ناظرین! مذکورہ روایت میں مال کے ساتھ محبت کرنے اور اس کی غلامی کرنے کی کتنی مذمت بیان کی گئی ہے؟ بلکہ حضور ﷺ اس شخص کے بارے میں بد دعا کرتے ہیں جو دولت کا غلام بن جائے۔ فرماتے ہیں ہلاک ہو جائے دینار اور درہم کا غلام اور کپڑے اور چادر کا غلام مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اس کو کپڑے اور چادر وغیرہ دیدے تو پھر یہ اس کا غلام بن جاتا ہے اور اس کے صفات بیان کرنا شروع کر دیتا ہے، لیکن جب وہ آدمی اس کو کپڑے وغیرہ نہیں دیتے تو پھر یہ غصہ ہوتے ہیں، تو ایسے شخص کے بارے میں نبی کریم ﷺ سخت ترین بد دعا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایسا شخص ہلاک ہو جائے اور اس کا سر نیچے ہو جائے اور جب اس کے پاؤں میں کانٹا چھب جائے تو وہ نہ نکالا جائے مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی مصائب میں مبتلاء ہو جائے۔

ایک اور روایت میں ارشاد ہے:

"إن لكل أمة فتنة وفتنة أمتي المال"[2]

ترجمہ: ہر اُمت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔

چودھواں نقصان: حِرصُ المرشّحِ علَى إرضَاءِ النّاخِبِين:

---

۱ صحیح البخاری ج۴ ص ۳۴

۲: سنن الترمذی ج۴ ص:۵۶۹

جمہوریت کی فیکٹری میں چھپا ہوا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس نظام میں لیڈر اپنے زندگی کا مقصد یہ بناتا ہے کہ کس طریقے سے لوگوں کو راضی کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ انتخابات میں نمائندے کا مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا نہیں بلکہ اس کا مقصود صرف اور صرف لوگوں کو راضی کرنا ہوتا ہے۔ اور مخلوق کی رضاء تلاش کرنا منافقین کی صفت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ "[1]

ترجمہ: (مسلمانو) یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں اس لئے کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں، حالانکہ اگر یہ واقعی مؤمن ہوں تو اللہ اور اس کے رسول اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ ان کو راضی کریں۔

مطلب یہ ہے کہ نمائندے کا مد نظر صرف لوگوں کا راضی کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ ارشاد نبویؐ ہے:

" مَنْ أَسْخَطَ اللَّهَ فِي رِضَا النَّاسِ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وأَسْخَطَ عَلَيْهِ مَنْ أرضاهُ فِي سَخَطِهِ، وَمَنْ أَرْضَى اللَّهَ فِي سَخَطِ النَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَرْضَى عَنْهُ مَنْ أَسْخَطَهُ فِي رِضَاه "[2]

ترجمہ: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے لوگوں کو راضی کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جائے گا، اور لوگ بھی اس سے ناراض ہو جائیں گے۔ اور جس نے لوگوں کی نافرمانی سے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جائے گا اور لوگ بھی اس سے راضی ہو جائیں گے۔

ناظرین! انتخابات میں بھی نمائندے کا مقصود و مطلوب یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس سے راضی ہو جائے، اور جہاں بھی مفادات عامہ کے لئے کوئی کام سرانجام دیتا ہے، تو پھر شرک اصغر کرتے ہوئے دکھلاوے کے طور پر پانچ سو مرتبہ اس کا ذکر کرتا ہے کہ میں نے فلاں جگہ میں سڑک بنایا ہے یا عوام کو بجلی وغیرہ کی سہولت میسر کی ہے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ کام تو اس نے لوگوں کو راضی کرنے کے لئے سرانجام دیا تھا لیکن پھر بھی مذکوہ حدیث کا مصداق بنتے ہوئے لوگ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے :: نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

پندرھواں نقصان: التزویر والمغالطة:

---

[1] سورۃ التوبۃ:۶۲

[2] المعجم الکبیر للطبرانی ج۱۱ص۲۶۸

خوش نما القابات سے مزین کرنے والے اسلامی جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اس جاہلی نظام میں لیڈر جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے کو اپنا شیوہ بنادیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عبادالرحمٰن کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: " وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا "[۱]

ترجمہ: اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو ناحق کاموں میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ مخلصین مؤمنین جمہوری مجالس سے اپنے آپ کو بچائیں گے، کیونکہ ان مجالس میں غیبت، بہتان تراشی اور لغو باتیں ہوتی ہیں اور عبادالرحمٰن تو بیہودہ اور لغو مجالس سے سنجیدگی کے ساتھ گزرتے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

" مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ "[۲]

ترجمہ: جو دھوکہ دیتا ہے اور ملاوٹ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں اور ماکر (مکر کرنے والا) اور خادع (دھوکہ دینے والا) آگ میں ہوں گے۔

مسجد ضرار اور جمہوریت:

ناظرین! اگر سورۃ توبہ کی اس آیت کو دیکھا جائے جو مسجد ضرار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تو بعینہ جمہوریت اور اس کے رکھوالوں پر فٹ آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ "[۳]

ترجمہ: اور کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد اس کام کے لئے بنائی ہے کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں، کافرانہ باتیں کریں، مؤمنوں میں پھوٹ ڈالیں اور اس شخص کو ایک اڈہ فراہم کرے، جس کی پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ ہے۔ اور یہ قسمیں ضرور کھالیں گے کہ بھلائی کے سوا ہماری کوئی اور نیت نہیں ہے، لیکن اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں۔

---

۱ سورۃ الفرقان:۷۲

۲ المعجم الکبیر للطبرانی ج:۱۰ ص ۱۳۸

۳ سورۃ التوبۃ ۱۰۷

مذکورہ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ان منافقین کا بیان کرتے ہیں، جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازش کے طور پر مسجد ضرار بنائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی، مطلب یہ کہ ظاہراً تو مسجد ہے لیکن حقیقت میں ضرر بالمسلمین ہے۔ اسی طرح جمہوری نظام میں بھی ظاہراً آزادی اور اسلام کا نعرہ لگایا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ ضرر بالاسلام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،(وَكُفْرًا) توجمہوریت بھی ظاہراً اسلامی جمہوریت نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں کفر در کفر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس مسجد کی ایک صفت یہ بھی بیان کرتے ہیں(وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ) یعنی اس مسجد کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کے اجتماعیت کو ختم کیا جائے اور ان میں فرقہ واریت کو فروغ دی جائے، اور جمہوریت کے ساتھ تو تفریق بین المسلمین لازم ہے۔ تفصیل کے لئے چند صفحے پہلے آٹھ نمبر نقصان ملاحظہ ہو۔ پھر فرمایا(وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ) " یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے ہیں، اُن کے لئے یہ مسجد گھات ہے" اسی طرح مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے جمہوریت بہترین گھات ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک سے جمہوریت کی خاتمے پر مستشرقین کو بہت دکھ ہوتی ہے کیونکہ یہ ان کے لئے گھات ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس مسجد کے رکھوالوں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں(وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ) کہ یہ لوگ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ تو نیک ہے۔ اگر جمہوریت کے رکھوالوں کو دیکھا جائے تو وہ بھی جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور لوگوں سے خوشنما وعدے کرتے ہیں کہ آپ ہم کو ووٹ دے کر کامیاب کر دو، تو ہم پارلیمنٹ میں جا کر تمہارے لئے تمام مسائل حل کر دیں گے اور وطن عزیز میں اسلامی نظام کو عملی طور پر نافذ کر دیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

سولھواں نقصان: صرف الأموال فی غیر موضعها الشرعی:

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک زہریلا نقصان یہ بھی ہے کہ اس طاغوتی نظام میں لوگوں کے اموال ناجائز طریقے پر غیر شرعی جگہوں میں استعمال ہوتے ہیں، کیونکہ ساری انتخابی مہم چلانے کے لئے ہر جماعت کو کروڑوں روپیہ درکار ہوتا ہے۔ اس کروڑوں روپے کی سرمائے کے حصول کے لئے جو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، ان میں غیر ملکی طاقتوں سے گٹھ جوڑ اور ان کی دی ہوئی لائن پر کام کرنا ایک ایسی بیماری ہے جو ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے، اور جو لوگ باہر سے سرمایہ حاصل نہیں کر پاتے، وہ اپنے ہی ملک کے بڑے بڑے دولت مند افراد سے اپنی جماعت کے لئے چندے وصول کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات یہ چندہ در حقیقت اس بات کی رشوت ہوتا ہے کہ بر سر اقتدار آنے کے بعد چندہ

دینے والوں کو خصوصی مراعات دی جائیں گی۔ جو جماعت جتنی زیادہ طاقتور ہوتی ہے اور اس کے اقتدار میں آنے کے جتنے زیادہ امکانات ہوتے ہیں، اس کی چندے کی اپیل اتنی ہی زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ جمہوریت سرمایہ داروں کی کرکٹ ہے۔ جب سرمایہ دار کھیلنے کا شوق پورا کرنا چاہتے ہیں تو وہ میدان انتخاب میں اتر آتے ہیں اور پھر روپے پیسے کو اس طرح بہایا جاتا ہے جس طرح سمندر کے کنارے پانی کو بہایا جاتا ہے۔ لاکھوں روپے کے اشتہارات روزانہ اخبارات کی زینت بنتے ہیں۔ روزانہ چار پانچ جلسے منعقد کراکے لاکھوں کی رقم ہواؤں اور فضاؤں کی نظر ہو جاتی ہے۔ زیادہ جوش والے لوگ تو طبلے، باجے، گانے اور سارنگیوں کا انتظام بھی کرتے ہیں۔ محاذ آرائی کے لئے دو دو ماہ تک ٹینٹ لگے رہتے ہیں اور اس میں ریکارڈ توڑنے والی ریکاڈنگ جاری رہتی ہے۔ کئی کئی گاڑیوں کا جلوس دھوم دھام سے ٹراں ٹروں کرتا ہوا مد مقابل کو ذلیل کرتا ہوا طوفانی دھواں چھوڑتا ہوا گزر جاتا ہے۔ شریف لوگ حیران کھڑے تکتے رہ جاتے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں:

مرزا غالب چپ ہے اس کی کتاب روّی
بدھوا کڑ رہے ہیں صاحب نے یہ کہا ہے

حکومت وقت اور اس کا الیکشن کمیشن مجبور ہو جاتا ہے اور وہ اس بے جا اسراف پر کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن یہ جوشیلے اور جمہوریت کے کرکٹر جیتنے کے شوقین کہاں قابو میں آسکتے ہیں۔ لاکھوں تک خرچ کرنے کی اجازت تو ان کو مل جاتی ہے لیکن وہ کروڑوں خرچ کرتے ہیں۔ اور گاڑی موٹر سائیکل، ٹینٹ، ڈیکوریشن کا سامان، جلسہ گاہ، ہوٹل اور پارک بک کرانے کے بعد پھر ووٹروں کو خریدنے لگ جاتے ہیں اور ایک ایک کوٹر خاکر بھاری مقدار رقم کے بدلے خرید لیتے ہیں۔

اگر اس مرحلے میں دل ٹھنڈا نہیں ہوتا ہے، تو پھر کامیاب جمہوری لٹیرے کو خرید لیتے ہیں۔ اس کا کم از کم مارکیٹ ریٹ ایک کروڑ روپے ہے۔ اس دوران کچھ عارضی بچہ جمورے بھی ہوتے ہیں، جو کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر بیٹھنے کے لئے بھاری رقم کا مطالبہ کرکے وصول کرتے ہیں۔ بعض بچے جمورے زیادہ لمبے ہاتھوں والے ہوتے ہیں تو وہ ریلوے اور فضائی نظام میں بھی ہاتھ ڈال کر اسپیشل ٹرینیں اور ہیلی کاپٹروں کو قابو میں کر لیتے ہیں۔ اس طرح ڈھونس ڈھانس اور پیسہ زوری سے خالص دھوکہ، فریب لالچ اور اسراف و تبذیر پر یہ بنیاد کھڑی ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بیان سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جمہوری نظام میں اموال کو فضول جگہوں میں خرچ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا"[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، اِلّا یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین جانو اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مال کو باطل طریقے سے کھانے سے منع فرمایا ہے، لیکن جمہوریت اس حکم میں آپ کو جواز کا فتویٰ دیتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

" إن رجالا يتخوضون في مال الله بغير حق، فلهم النار يوم القيامة"[2]

ترجمہ: بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں، پس ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

" ليأتين على الناس زمان، لا يبالي المرء بما أخذ المال، أمن حلال أم من حرام"[3]

ترجمہ: عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے، کہ آدمی یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے حلال سے کمائی یا حرام سے۔

اور یہ وہی زمانہ ہے کہ آج لوگ حلال اور حرام کی تمیز نہیں کرتے، اور یہ سب اس دجالی نظام کا ثمرہ ہے جس کے مصائب صرف غریب لوگ برداشت کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرامؓ کو مال کے فتنے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

" يوشك الأمم أن تداعى عليكم كما تداعى الأكلة إلى قصعتها»، فقال قائل: ومن قلة نحن يومئذ؟ قال: «بل أنتم يومئذ كثير، ولكنكم غثاء كغثاء السيل، ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم، وليقذفن الله في قلوبكم الوهن»، فقال قائل: يارسول الله، وما الوهن؟ قال: «حب الدنيا، وكراهية الموت»[4]

ترجمہ: قریب ہے کہ تم پر دنیا کی اقوام چڑھ آئیں گی (تمہیں کھانے اور ختم کرنے کے لئے) جیسے کھانے والوں کو کھانے کی پیالے پر دعوت دی جاتی ہے، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیا ہم اس زمانہ میں بہت کم ہوں گے؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ تم اس زمانہ میں بہت کثرت سے ہوں گے لیکن تم سیلاب کے اوپر چھائے ہوئے کوڑے کباڑے کی طرح ہوں گے اور

---

۱ سورۃ النساء: ۲۹

۲ صحیح البخاری ج: ۴ ص ۸۵

۳: صحیح البخاری ج ۳ ص: ۵۹

۴ سنن ابی داؤد ج ۴: ص: ۱۱۱

اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہاری ہیبت ورعب نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دے گا کسی کہنے والے نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ وہن (بزدلی) کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری"

ستارھواں نقصان:قبول المرشح دون النظر إلى الفساد العقيدوى:

جمہوریت کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس نظام میں ہر گروہ اپنے لئے نمائندہ مقرر کرتا ہے، اور تقرری کے وقت اس نمائندے کے عقیدے اور نظریئے کو نہیں دیکھا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس نظام میں جس طرح مسلمان نمائندہ بن سکتا ہے اسی طرح کافر، ہندو، سکھ سب نمائندے بن سکتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی صریح مخالفت ہے:" وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا"[1]

ترجمہ: اور اللہ کافروں کے لئے مسلمانوں پر غالب آنے کا ہرگز کوئی راستہ نہیں رکھے گا۔

اب میں ان علماء سے پوچھنا چاہتا ہوں جو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے جمہوریت کا تقسیم کرتے ہیں کہ ایک اسلامی جمہوریت ہے اور دوسرا مغربی جمہوریت، لیکن جمہوریت میں اسلام کہاں ہیں؟ جمہوریت تو اسلام کے مقابلے میں کفار کا خودساختہ ایک جاہلی نظام ہے۔ کیونکہ آپ کے اسلامی جمہوریت میں بھی مذکورہ آیت کا انکار لازم آتا ہے۔

اٹھارھواں نقصان:سلب الشرائط للحاكم:

جمہوری نظام کا ایک نقصان یہ بھی ہے۔ کہ شریعت مطہرہ میں خلیفہ اور حاکم بننے کے لئے جو شرائط مقرر کئے گئے ہیں وہ سب جمہوریت میں مفقود ہیں۔ جیسا کہ علامہ ماوردیؒ خلیفہ کے لئے سات شرائط ذکر کرتے ہیں۔

"وَأَمَّا أَهْلُ الْإِمَامَةِ فَالشُّرُوطُ الْمُعْتَبَرَةُ فِيهِمْ سَبْعَةٌ:
أَحَدُهَا: الْعَدَالَةُ عَلَى شُرُوطِهَا الْجَامِعَةِ.
وَالثَّانِي: الْعِلْمُ الْمُؤَدِّي إلَى الِاجْتِهَادِ فِي النَّوَازِلِ وَالْأَحْكَامِ.
وَالثَّالِثُ: سَلَامَةُ الْحَوَاسِّ مِنْ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَاللِّسَانِ؛ لِيَصِحَّ مَعَهَا مُبَاشَرَةُ مَا يُدْرَكُ بِهَا.
وَالرَّابِعُ: سَلَامَةُ الْأَعْضَاءِ مِنْ نَقْصٍ يَمْنَعُ عَنِ اسْتِيفَاءِ الْحَرَكَةِ وَسُرْعَةِ النُّهُوضِ۔
وَالْخَامِسُ: الرَّأْيُ الْمُفْضِي إلَى سِيَاسَةِ الرَّعِيَّةِ وَتَدْبِيرِ الْمَصَالِحِ.
وَالسَّادِسُ: الشَّجَاعَةُ وَالنَّجْدَةُ الْمُؤَدِّيَةُ إلَى حِمَايَةِ الْبَيْضَةِ وَجِهَادِ الْعَدُوِّ.

1: سورۃ النساء:۱۴۳

وَالسَّابِعُ: النَّسَبُ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِنْ قُرَيْشٍ"[1]

ترجمہ: خلیفہ کے تقرری کے معتبر شرائط سات ہیں:

۱۔ عدالت اپنے تمام شرائط کے ساتھ

۲۔ حالات اور واقعات میں در پیش ہونے کے لئے اجتہادی علم

۳۔ حواس یعنی کان، آنکھ، اور زبان کی صحت

۴۔ اعضاء کی صحت و سلامتی

۵۔ ایسی سمجھ کہ جس کے ذریعے رعیت کی سیاست اور تدبیر کر سکے

۶۔ شجاعت و بہادری کہ جہاد کر سکے

۷۔ نسب یعنی قریشی ہو

تفسیر قرطبی: سورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر ۳۰: ج:۱ص:۲۶۲ میں گیارہ شرائط ذکر کئے گئے ہیں:

مذکورہ بالا شرائط کے علاوہ دیگر شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

۸۔ آزاد ہو غلام نہ ہو

۹۔ مسلمان ہو

۱۰۔ مرد ہو

۱۱۔ بالغ ہو

۱۲۔ سلیم العقل ہو پاگل نہ ہو، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ روز اول سے وطن عزیز کا ہر حاکم مجنون اور پاگل ہی ہوتا ہے۔[2]

واضح رہے کہ علماء نے امامت کے لئے اتنے شرائط ذکر کئے ہیں کہ کسی دوسری چیز کے لئے ذکر نہیں کئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام کی ذمہ داریاں بڑی اور اہم ہوتی ہیں۔ اور اس کے خطرے زیادہ ہوتے ہیں اور یہ شارع کی عادت ہے کہ جب کوئی کام اہم ہوتا ہے تو اس کے شرائط بھی زیادہ ذکر کرتے ہیں۔ تاہم جمہوریت میں مذکورہ شرائط کے مفقود ہونے کے باوجود نمائندہ منتخب ہو سکتا ہے۔

---

۱ الاحکام السلطانیۃ: ص:۲۰

۲ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ج:۴۱ ص ۲۵۱

انیسواں نقصان:تصبیغ غیرالشرع شرعاً:

مفاسد جمہوریت میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اس نظام میں لوگ غیر شرعی چیز کو شریعت کا رنگ دیتے ہیں۔

ووٹ امانت یا شہادت!

بعض حضرات جمہوری انتخابات کو اسلام کی عطا کردہ تصور شورائیت کا مترادف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔اور عام مسلمانوں کو قرآن کریم کی یہ آیت سناتے ہیں۔

" إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا "[1]

ترجمہ: (مسلمانو) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے، کہ تم امانتیں ان کے حقداروں تک پہنچاؤ، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔یقین جانو اللہ تم کو جس بات کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہوتی ہے بیشک اللہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

چنانچہ ووٹ بھی ایک امانت ہے اس لئے یہ ان کے حقداروں کو پہنچاؤ، آیئے انتخابات اور شریعت کے عطاء کردہ تصور مشورہ کے مابین چند بنیادی فرق دیکھتے ہیں تاکہ ہم جان سکیں کہ آیا ووٹ واقعی کوئی امانت یا مشورہ ہے یا ایک یکسر فرق تصور ہوتا ہے۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ اسلام میں مشورہ ایک رائے ہوتی ہے، اس کو تسلیم بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی کیا جاسکتا ہے۔جبکہ جمہوریت میں جو ووٹنگ کی جاتی ہے، اس میں اکثریت کی رائے کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں جن لوگوں سے مشورے کا کہا گیا ہے، وہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مشورہ اور رائے کی صلاحیت سے نوازا ہے، جبکہ جمہوریت میں ووٹ کا حق ہر ایک کو حاصل ہے۔اس المیہ کو دیکھیں کہ مثلاً ملک کا سربراہ صدر پاکستان بھی میدان جمہوریت میں وہی وزن رکھتا ہے، جو اس ملک کی ایک بھنگن رکھتی ہے بھنگن کی رائے اور ووٹ اور صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، چیف آف آرمی سٹاف پاکستان کی رائے اور ووٹ کی ایک ہی قیمت اور ایک ہی وزن ہے۔اس کھیل میں مردم ناشناسی اور قدردانوں کی کتنی ناقدری ہے آپ سوچ سکتے ہیں۔اسی پس منظر کے پیش منظر کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

---

[1] سورۃ النساء:۵۸

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

یعنی سروں کو دیکھتے ہیں مگر بھیجے کو نہیں دیکھتے۔

ایک طرف ملک کا مفتی اعظم، ایک دانشور، مدبر، فلاسفر، اسپیشلسٹ، ڈاکٹر، پروفیسر، اور اعلیٰ درجے کے ادیب مضمون نگار، تجزیہ نگار، اور اعلیٰ سوچ کے مالک کھڑے ہیں۔ ان کی رائے اور دوسرے طرف چوڑا چماڑ، نابکار، ناتجربہ کار، اجڈ، جاہل، گنوار، ناہنجار کھڑے ہیں، تو دونوں کی رائے یکساں وزن رکھتی ہے، دونوں کی سوچ ایک ہی قیمت رکھتی ہے بلکہ عالم و جاہل، ولی اللہ و زانی، مسلمان اور کافر یہاں سب ایک جیسے ہیں۔

۳۔ شریعت کی رو سے مسلمانوں کے معاملات میں کافر، مرتد، زندیق مشورہ نہیں دے سکتا، جبکہ جمہوریت ان سب کو ایک جیسا بنا دیتی ہے۔

۴۔ اسلام میں یہ بات بھی طے ہے کہ مشورہ کن اُمور میں کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً دین کے بنیادی اُصولوں پر مشورہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ ان اصولوں پر جوں کا توں عمل کیا جاتا ہے۔ جبکہ انتخابات میں تو ایک طرف اسلام لانے کا دعویدار اور دوسری طرف خالص سیکولر ازم کے علم بردار کھڑے ہوتے ہیں، اور عوام اگر سیکولر منشور کو قبول کرلیں اور سیکولر جماعت کو زیادہ ووٹ دیدیں تو اس **"عوامی مینڈیت"** کا احترام لازم ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ آپ جس چیز کو اسلامی جمہوریت کہتے ہیں، اسی کی بدولت آج لوگ غیر شرعی چیز کو شرعی کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اور ووٹ کو بھی شہادت اور مشورہ سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ ووٹ میں شہادت کے شرائط بھی مفقود ہیں۔

جمہوریت کی مثال:

جمہوری انتخابات کی مثال یہ ہے، کہ مثلاً چند اوباش کسی حرام کام کے لئے اکھٹے ہوئے اور یہ طے ہوا کہ اس بار یہ حرام فعل کون کریگا، اس کا فیصلہ عوام کرے گی۔ چناچہ عوام سے کہا گیا کہ آپ جس کو اس حرام کے لئے ووٹ دیں گے اس بار وہی یہ کام کرے گا۔ اب اگر کوئی یہاں کھڑے ہو کر یہ کہے کہ بھائی یہ مشورہ ہے اور مشورہ امانت ہے، تو کیا حرام کام میں مشورہ دینا بالاصل جائز ہے، کہ اُسے امانت قرار دے دیا جائے ؟

بیسواں نقصان: التنافر بین المسلمین:

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس گندہ نظام کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان ایک دوسرے سے نفرت وعداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جمہوریت کے اکثر اُصول خلاف تدبیر اور خلاف فطرت ہوتے ہیں اس لئے بد انتظامی، شور غوغا اور فساد، جمہوریت کا لازمی حصہ شمار ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں آزادی ہے آؤ جلوس نکالتے ہیں، جلوس نکالنا ہمارا حق ہے آؤ ہڑتال کرتے ہیں، ہڑتال کرنا ہمارا جمہوری حق ہے اس طرح یہ لوگ جب میدان میں آکر توڑ پھوڑ کر کے کسی طبقے کے خلاف زہر اُگل لیتے ہیں، تو سامنے والا جوابی کاروائی کرتا ہے۔ اس طرح امن وامان تباہ ہو کر نفرت کی دیوار بھی کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور بغض وحسد، عناد ودشمنی، منازعت ومخاصمت اور منافرت کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔

اور انتخابات ہی گھر گھر، محلہ محلہ، مسجد مسجد، گاؤں گاؤں میں بغض ونفرت کے بیج بوتے ہیں۔ آپس میں دشمنیاں اور ناچاقیاں بڑھتی ہیں۔ بھائی بھائی سے ناراض، بھتیجا چچا سے نالاں، استاد شاگرد سے بیزار، باپ بیٹے سے خفا، مساجد کا ماحول آلودہ، مدارس کا ماحول خراب، امام اور مقتدی کے درمیان ناچاقی، اساتذہ اور شاگردوں کے درمیان نفرتیں۔۔۔ کیا یہ حقائق نہیں؟

اسی طرح انتخابی مہم میں جب دو امیدوار ایک دوسرے پر حملے شروع کر کے جملے کستے ہیں تو طرف مقابل بھی جوابی کاروائی کرتا ہے، اور اس طرح ایک ہی شہر، ایک ہی گاؤں ایک ہی ملک کے دو مسلمان آپس میں دشمن ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کے سائے سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ پھر خاندان کے افراد چونکہ مختلف خیال کے ہوتے ہیں، کیونکہ جمہوریت کی آزادی ہوتی ہے، اس لئے ہر خاندان میں نفرت اور نفاق پیدا ہو جاتے ہے۔ سالہاسال تک باتیں نہیں کرتے کہ اس نے مجھے ووٹ نہیں دیا ہے اور اس طرح صلہ رحمی کا رشتہ تار تار ہو کر رہ جاتا ہے بسا اوقات اس نفرت کے دوران جھگڑا ہو کر فائرنگ ہو جاتی ہے کوئی آدمی مر جاتا ہے۔ پھر تو ظاہر کہ پورا علاقہ بدامنی اور فساد کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے دشمنی کھڑی ہو جاتی ہے۔

اکیسواں نقصان: الضرر بالمسلمین:

بعض اوقات انتخابی جلسے جلوس ایسے عام اور مصروف راستوں پر منعقد کئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے شہر کی آبادی کے لئے نقل وحرکت محال ہو جاتی ہے اور ٹریفک کا ایسا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے جو بے گناہ شہریوں کو عذاب میں مبتلاء کر دیتا ہے۔ نہ جانے کتنے ضعیف اور بیمار لوگ اس قسم کی بد نظمی کی وجہ سے اپنی علاج سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کتنے

ضرورت مند اپنے روزگار تک نہیں پہنچ پاتے۔اس طرح عام گزرگاہوں کو بلاک کرکے نہ جانے کتنے انسانوں کو ناقابل برداشت تکلیف پہنچانے کا گناہ عظیم اس قسم کے جلسوں جلوسوں کے حصے میں آتا ہے۔

بائیسواں نقصان:التصرف فی ملك الغير:

مفاسد جمہوریت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نظام کی بدولت لوگ ایک دوسرے کی ملکیت میں بغیر اجازت کے تصرفات کرتے ہیں۔جیسا کہ دیواروں کو انتخابی نعروں سے سیاہ کیا جاتا ہے،اسی طرح شخصی اور سرکاری عمارتوں پر اشتہارات چسپاں کرنا بھی انتخابی مہم کا جزء لاینفک ہے، جس کے نتیجے میں شہر کی بیشتر عمارتیں متضاد نعروں اور اشتہارات سے داغدار نظر آتی ہیں۔اور کسی اللہ کے بندے کو یہ خیال نہیں آتا کہ کسی دوسرے کی عمارت کو اس کی مرضی سے بغیر استعمال کرکے اس کا حُلیہ بگاڑنا درحقیقت چوری اور غصب کے مترادف ہیں۔عمارتیں اور دیواریں کسی نہ کسی کی ملکیت ہوتی ہیں اور ان کو اپنے اشتہار کے لئے استعمال کرنا مالک کی اجازت کے بغیر حرام ہے چہ جائیکہ ان کو خراب اور بدنما بنانا۔ لیکن غربت اور جہالت کے خاتمے کے دعویدار بے تکان اس چوری اور غصب کا ارتکاب کرتے ہیں اور اگر کوئی شریف انسان اس عمل سے روکنے کی کوشش کرے تو اُسے پتھروں اور فائرنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تئیسواں نقصان:سِبَابُ الْمُسْلِمِ:

جمہوریت کے زہریلے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس طاغوتی نظام میں مسلمان گالی گلوچ کو اپنا شیوہ بنادیتا ہے۔حالانکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر"[1]

ترجمہ: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا(اگر حلال سمجھتا ہے) کفر ہے۔

اس حدیث مبارک کو مد نظر رکھ کر اور اس کے علاوہ نصوص شرعیہ کو دیکھ کر آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ جمہوریت کے اس میدان دشنام طرازی میں ہم کیا کچھ کماتے ہیں اور کیا کچھ کھوتے ہیں۔ذرا دیکھ لیجئے!

جب دو یا زیادہ پارٹیاں یا دو امیدوار انتخابات کے دنوں میں جمہوریت کے اس میدان کارزار میں اترتے ہیں تو پھر دنیا کی ساری خوبیاں ان کی ذات اور دنیا کی ساری بُرائیاں اس کے مد مقابل میں نظر آنے لگتی ہیں۔وہ کون سی گالی یا بہتان طرازی ہے جو ان دونوں حضرات کے اسٹیجوں سے ایک دوسرے کے لئے بیان نہ کی جاتی ہو۔ خاندانی کہتری یا مہتری سے لیکر ذاتی نقص اور عیب جوئی کا وہ کون سا پہلو ہے جو عام مجمعوں اور جلسوں میں عوام الناس کے سامنے ظاہر نہ ہوتا ہو

---

۱ صحیح البخاری ج:۱ص:۱۹

۔ماں بہن کی گالی تک کی نوبت آجاتی ہے۔ شکل وشباہت، چلنے پھرنے، بولنے، دیکھنے اور تخلیقی ساخت تک کو نشانہ بنایا جاتا ہے، کہ دیکھو جناب! اس کی شکل کو دیکھو، بندر کی طرح ناچتا ہے، بدکردار ہے، غدار ہے، مکار ہے، عیار ہے، ملک کا دشمن ہے، اللہ کا دشمن ہے، کاش اگر انسان ہوتا، یہ تو انسان بھی نہیں، جب یہ کامیاب ہوا تھا تو اس نے فلاں جگہ ایک پل بنایا تھا وہ اتنا ناقص تھا کہ چند دنوں کے بعد ٹوٹ گیا۔

اس نے تمہاری بجلی چوری کر کے دوسری جگہ بیچ دی، میں اس کو عوامی کٹہرے میں لاؤں گا، میں اس کو ننگا کروں گا، میں اس رشوت خور اور عوامی پیسہ ہڑپ کرنے والے کو کیفر کردار تک پہنچاؤں گا۔ تم نے اگر مجھے کامیاب کیا تو میں گندگی کی اس ڈھیر کو سمندر میں پھینکوں گا۔ میں اس کے نام ونشان کو مٹا ڈالوں گا، وغیرہ وغیرہ۔

محترم قارئین! اندازہ فرمایئے، جمہوری لٹیرا کیا کیا گل کھلا رہا ہے۔ مجھے تو اتنا اندازہ نہیں، آپ حضرات کے پاس اس سے بڑھ کر معلومات ہوں گے میں نے صرف اشارہ کر دیا۔ کیا اس دنگل سے صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے؟ یہ تو خود بدترین فساد ہے۔ جن لوگوں کے دلوں اور جذبات میں غیرت نہیں ہوتی اور وہ پکے جمہوری ہوتے ہیں وہ تو جملوں کا موازنہ کر کے خوش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ جمہوریت کا حصہ ہے، لیکن جو غیور قسم کے نووارد مسافر ہوتے ہیں اور اس طرح دشنام طرازی سن لیتے ہیں تو ان کی رگ غیرت پکڑتی ہے اور اپنے جتھے کو بلا کر بندوق اُٹھاتے ہیں اور فائرنگ شروع ہو جاتی ہے۔ کچھ مر جاتے ہیں اور کچھ زخمی ہو جاتے ہیں، خدارا بتایئے کہ جمہوریت میں امن ہے یا فساد ؟اور یہ بھی بتایئے کہ جمہوریت زندہ باد ہے یا مردہ باد۔

چوبیسواں نقصان:الحکم بغیرما أنزل اللہ:

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس طاغوتی نظام میں فیصلے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے بجائے انسانوں کے خود ساختہ قوانین پر ہوتے ہیں۔ اور یہ جمہوریت کے نقصانات میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

محترم قارئین! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے پیدائش کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، لیکن عدالت میں اگر قرآن نافذ نہ ہو، تجارت عالمی مالیاتی اداروں کے تحت کی جاتی ہو، نظام حکومت جمہوری ہو، تو اللہ کی عبادت کس طرح کی جاسکتی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا منشا تو یہ ہے، کہ روئے زمین سے تمام باطل ادیان کو مٹا کر اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین قائم کر دیا جائے۔ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر بھی اس دین کے عطا کردہ نظام کے تحت زندگی گزاریں تاکہ کوئی طاقتور کسی کمزور پر ظلم نہ کر سکے، مظلوم کو انصاف دلایا جائے، غریب کو عزت سے جینے کا حق دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم صرف مسلمانوں کے مسائل میں ہی نہیں بلکہ کفار کے مسائل و مقدمات بھی (سوائے کچھ شخصی وعائلی معاملات کے) اسی الٰہی دستور و آئین کے ذریعے حل کئے جائیں گے۔ لیکن آپ اللہ کے صریح حکم سے غفلت کا اندازہ لگائیں، کہ کافروں کے مابین فیصلہ تو دور کی بات مسلمانوں کی عدالتیں مسلمانوں کے مابین فیصلے کافروں کے قانون سے کرتے ہیں۔ اِسی کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور ان فیصلوں پر عمل درآمد کرنے کے لئے جبر کیا جاتا ہے، اس کی رٹ کو یقینی بناتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہی وہ قانون ہے جس کے مطابق فیصلے کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادی گرامی ہے:

" فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ "[1]

ترجمہ: ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلے کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اور جو حق بات تمہارے پاس آگئی ہے اُسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔

اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور قانون سے فیصلہ کرنا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ "[2]

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ لوگ کافر ہیں۔

اہل سنت والجماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لئے منتخب فرمایا اور دین کو افراط و تفریط اور کمی وزیادتی سے محفوظ رکھنے کی توفیق عطاء فرمائی تاکہ یہ طبقہ دین مبین کو ہر قسم ملاوٹ سے پاک کرے تشدد وغلو کے خاردار راستوں سے بچاکر راہ اعتدال کی شاہراہ پر چلائے۔ چناچہ یہ اُمت ہر دور میں تاریک سے تاریک فتنوں میں بھی کامیابی سے سفر کرتی رہی۔ دشمنان دین کی طرف سے اڑائے گئے گردوغبار میں بھی اس جماعت نے حق راہ کی اعتدال کو نہیں چھوڑا۔ علمائے اہل سنت نے اس قافلے کو فکری ڈاکوؤں مذہبی سوداگروں اور ایمان کے دشمنوں سے بچاکر منزل کی جانب رواں دواں رکھا ہوا ہے۔

آقائے مدنی نے فرمایا:

---

۱ المائدۃ:۴۸

۲ المائدۃ:۴۴

" لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق، لا يضرهم من خذلهم، حتى يأتي أمر الله وهم كذلك "[1]

ترجمہ: ہمیشہ میری اُمت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا کوئی ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آوے (یعنی قیامت) اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔

اسی طرح یہ بات بھی اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہے، کہ قرآن وحدیث کے ظاہری ترجمہ کو دیکھ کر اس کو وہ معنی پہنا دیں جو اُمت کے اسلاف سے ثابت نہیں۔ اپنے دور میں درپیش کسی مسئلہ میں ہم اس وقت غلطی کر بیٹھتے ہیں، جب کسی مسئلہ کے بارے میں ہم اس کا ظاہر دیکھ کر فیصلہ سناتے ہیں۔ اور اس تفصیل کو بیان نہیں کرتے جو سلف وصالحین نے بیان فرمائی ہیں۔ اسی طرح دوسری غلطی یہ ہوتی ہے کہ اسلاف اُمت کی بیان کی گئی تفصیل کو آج ہم اسی جگہ ثابت کرتے ہیں، جہاں وہ منطبق ہو ہی نہیں سکتی۔

زیر بحث مسئلہ (قرآن کے علاوہ سے فیصلے کرنا) بھی اسی قسم کے مسائل میں سے ہے، جن میں صورتِ مسئلہ کی گہرائی میں جائے بغیر موجودہ نظام کے بارے میں شرعی حکم بیان کر دیا جاتا ہے۔ بندہ نے کوشش کی ہے کہ صورتِ مسئلہ کو پوری طرح کھول کر بیان کر دیا جائے تاکہ علماء حق شریعت کی روشنی میں ہماری رہنمائی کریں۔

تنبیہ!!!

غیر قرآن سے فیصلے کرنے والا کافر ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اس بحث میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے، کہ یہ ساری بحث صرف ایک شرعی حکم سے متعلق ہے۔ یعنی کوئی جج یا حاکم قرآن کے تمام فیصلے نافذ کرتا ہے، لیکن صرف ایک قطعی طور پر ثابت شدہ حکم میں غیر قرآن سے فیصلے سناتا ہے (مثلاً زنا کی شرعی سزا کو بدل کر انگریزی قانون میں بیان کردہ سزا کے مطابق فیصلے کرتا ہے) تو کیا وہ مکمل دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے یا نہیں؟۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ "[2]

---

[1] صحیح مسلم ج:۳ص ۱۵۲۳

[2] المائدۃ:۴۱

ترجمہ: اے پیغمبر! جو لوگ کفر میں بڑی تیزی دکھا رہے ہیں وہ تمہیں غم میں مبتلاء نہ کریں یعنی ایک تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے زبان سے تو کہدیا ہے، کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، مگر ان کے دل ایمان نہیں لے آئے۔ اور دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے (کھلے بندوں) یہودیت کا دین اختیار کر لیا ہے۔ یہ لوگ جھوٹی باتیں کان لگا کر سننے والے ہیں (اور تمہاری باتیں) ان لوگوں کی خاطر سنتے ہیں، جو تمہارے پاس نہیں آئے جو (اللہ کی کتاب کے) الفاظ کا موقع محل طے ہو جانے کے بعد بھی ان میں تحریف کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو اس کو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو بچ کر رہنا۔ اور جس شخص کو اللہ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے تو اُسے اللہ سے بچانے کے لئے تمہارا کوئی زور ہر گز نہیں چل سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ (ان کی نافرمانی کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان ہی کے لئے آخرت میں زبردست عذاب ہے۔

آیت کا شانِ نزول:

پہلے اس آیت کی شان نزول (پس منظر) سمجھتے چلیں، تاکہ ہم اس بحث کو اچھی طرح سمجھ لیں تو ان شاء اللہ اسلام و کفر جس کو جدید دجالی ذہنوں نے خلط ملط کرنے کی کوشش کی ہے الگ الگ ہو جائیں گے۔

امام بغویؒ اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ زنا کا واقعہ ہے، خیبر کے یہودیوں میں یہ واقعہ پیش آیا اور "تورات" کی سزا کے مطابق ان دونوں کو سنگسار کرنا لازم تھا مگر یہ دونوں کسی بڑے خاندان کے افراد تھے۔ یہودیوں نے اپنی قدیم عادت کے مطابق یہ چاہا کہ ان کے لئے سزا میں کمی کی جائے اور ان کو یہ معلوم تھا، کہ مذہب اسلام میں بڑی سہولتیں دی گئی ہیں، اس بناء پر یہ سمجھا کہ اس سزا میں بھی تخفیف ہو گی۔ خیبر کے لوگوں نے اپنے برادری بنی قریضہ کے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ اس معاملہ کا فیصلہ محمد ﷺ سے کر دیں۔ چنانچہ کعب بن اشرف وغیرہ کا ایک وفد ان لوگوں کو لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ شادی شدہ مرد و عورت اگر زنا میں مبتلاء ہوں تو ان کی سزا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میرا فیصلہ مانو گے؟ انہوں نے اقرار کیا اس وقت جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لے کر نازل ہوئے کہ ان کی سزا سنگسار کر کے قتل کرنا ہے۔ ان لوگوں نے جب یہ فیصلہ سنا تو بوکھلا گئے اور ماننے سے انکار کر دیا۔ جبرائیل امین نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ ان لوگوں سے یہ کہیں کہ میرے اس فیصلے کو ماننے یا نہ ماننے میں ابن صوریا کو حکم بنا دو۔ اور ابن صوریا کے حالات وصفات رسول اللہ ﷺ کو بتا دیئے۔ آپ ﷺ نے اس وفد سے پوچھا کہ کیا تم اس نوجوان کو جانتے ہو، جو گورا مگر ایک آنکھ سے معذور ہے اور فدک میں رہتا ہے، جس کو ابن صوریا کہا جاتا ہے؟

سب نے اقرار کیا، آپ ﷺ نے دریافت کیا: آپ لوگ اس کو کیسا سمجھتے ہیں، انہوں نے کہا کہ علمائے یہود میں روئے زمین پر اس سے بڑا کو عالم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو بلاؤ چناچہ وہ آگیا، آپ ﷺ نے قسم دے کر پوچھا کہ اس صورت میں ''تورات'' کا کیا حکم ہے؟ وہ بولا کہ قسم اس ذات کی جس کی قسم آپ نے مجھ کو دی ہے، اگر آپ قسم نہ دیتے اور مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ غلط بات کہنے کی صورت میں تورات مجھے جلاڈالے گی تو میں یہ حقیقت ظاہر نہ کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی طرح تورات میں بھی یہی حکم ہے کہ ان دونوں کو سنگسار کرکے قتل کردیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم پر کیاآفت آئی ہے کہ تم ''تورات'' کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہو۔ ابن صوریا نے بتلایا کہ اصل بات یہ ہے کہ زنا کی شرعی سزا تو ہمارے مذہب میں بھی یہی ہے، لیکن ہمارا ایک شہزادہ اس جرم میں مبتلاء ہوگیا اس کی رعایت کرتے ہوئے ہم نے اس کو چھوڑ دیا سنگسار نہیں کیا۔ پھر یہی جرم ایک معمولی آدمی سے سرزد ہوا، تو ذمہ داروں نے اس کو سنگسار کرنا چاہا تو مجرم کے خاندان والوں نے اس کی مخالفت کی۔ اور کہا کہ اگر شرعی سزا اس کو دینی ہے تو پہلے شہزادہ کو دو، ورنہ ہم اس پر یہ سزا جاری نہیں ہونے دیں گے۔ یہ بات بڑھی تو سب نے مل کر صلح کرلی کہ سب کے لئے ایک ہلکی سزا تجویز کردی جائے اور تورات کا حکم چھوڑ دیا جائے اور اب یہی سب میں رواج ہوگیا''۔

دیگر مفسرین نے بیان کیاہے کہ ''تورات'' میں مذکورہ یہ سزا منہ کالا کرکے دونوں کو اُلٹا گدھے پر بیٹھا کر شہر کے چکر لگانا پھر کوڑے مارنا تھی۔[1]

چند قابل غور باتیں!!!

اول: آپ ان یہودیوں کا تورات کی سچائی پر ایمان دیکھئے کہ وہ غلط بات کہنے کی صورت میں اس بات سے ڈر رہا ہے کہ تورات اس کو جلاڈالے گی۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین بھی ملاحظہ فرمایئے کہ قسم دے جانے پر ایسا سچ بولنے پر آمادہ ہوگیا جس سے اس کی پوری قوم و مذہب کی بے عزتی ہوتی ہے۔

دوم: انہوں نے تورات کے حکم سنگسار سے اس طرح انکار نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے منزّل مِنَ اللہ (اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہونے) کے منکر ہوگئے تھے بلکہ انہوں نے تورات کے حکم کے مقابلے میں اپنی طرف سے ایک اور قانون منظور کرلیا تھا اور اسی کی نافذ کردیا تھا۔

سوم: علمائے یہود نے تورات کے اندر رجم کے حکم کو ترمیم شدہ قانون کی دستاویز یا دستور کی شکل میں لکھا نہیں تھا۔ اور نہ ہی تورات کے مقابلہ میں کوئی دستور تحریری طور پر تیار کیا تھا۔ بلکہ ابھی تک تورات میں اللہ کا نازل کردہ قانون

---

[1] تفسیر البغوی: ج ۲ ص: ۵۱

رجم ہی موجود تھا یہ ترمیم صرف زبانی کلامی کی گئی تھی۔ جبکہ آج اللہ کے قرآن کے مقابلے میں ایک دستور تحریری طور پر تیار ہے۔ جس کو پڑھایا جاتا ہے اور قرآن کی بجائے اس کو جبر اًملک میں نافذ کیا گیا ہے۔ اس کے اندر بے شمار خلاف شرع ترمیمات موجود ہیں پھر بھی اس کو اسلامی کہا جاتا ہے۔ گویا قرآن اسلامی نہیں بلکہ اسلامی وہ ہے جو آئین پاکستان میں ہے یا چور کے ہاتھ کاٹنے اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کے جو قوانین محمد ﷺ لے کر آئے ہیں وہ اسلامی نہیں بلکہ اسلامی وہ ہے جو تعزیراتِ پاکستان میں ہیں؟

چہارم: اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قانون میں ترمیم کرنے والوں پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے اور ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ "[۱]

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ لوگ کافر ہیں۔

مفسرین کے اقوال:

اب مذکورہ آیت کو اُمت کے ان مفسرین کی تفاسیر سے سمجھتے ہیں، جن پر سب کا اتفاق ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:

" من جحد ما أنزل الله فقد كفرومن أقرّ به ولم يحكم فهو ظالم فاسقٌ "[۲]

ترجمہ: جس نے اللہ کے نازل کردہ قوانین کا انکار کیا تو یقیناً وہ کافر ہوا اور جو اس کا اقرار کرتا ہے لیکن اس پر فیصلہ نہیں کرتا تو وہ فاسق اور ظالم ہے۔

حضرت عکرمہ نے فرمایا:

" وَقَالَ عِكْرِمَةُ مَعْنَاهُ: وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ جَاحِدًا بِهِ فَقَدْ كَفَرَ، وَمَنْ أَقَرَّ بِهِ وَلَمْ يَحْكُمْ بِهِ فَهُوَ ظَالِمٌ فَاسِقٌ "[۳]

---

۱ المائدۃ:۴۴

۲ جامع البیان للطبری:ج ۱۰ص:۳۷۵

۳ تفسیر البغوی ج:۲ص:۵۵

ترجمہ: حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی ہے کہ جو شخص کتاب اللہ پر فیصلہ نہ کرے اس حال میں کہ وہ اس کا منکر ہو تو وہ یقیناً کافر ہو جاتا ہے اور جو اس کا اللہ کے طرف سے نازل ہونے کا اقرار کرتا ہے لیکن اس پر فیصلہ نہیں کرتا تو وہ ظالم اور فاسق ہے۔

ایک شبہ اور اس کی وضاحت:

وَمَن لَّمْ يَحْكُم کے بارے میں جو اسلاف نے فرمایا ہے **"جَاحِدًا بِهِ"** تو اس سے لوگوں کو شاید یہ شبہ ہوا ہے، کہ اس سے مراد یہ ہے، کہ وہ اس کو قرآن کا حصہ یا اللہ کا نازل کردہ ہونے کا یقین نہ رکھتا ہو۔ چناچہ اگر کوئی اس پر ایمان رکھتے ہوئے قرآن کے قانون کے علاوہ سے فیصلے کرتا ہے تو کفر اکبر نہیں بلکہ کفر مجازی یا **کُفرٌ دُونَ کُفرٍ** (یعنی چھوٹا کفر) ہے۔

وضاحت!!!

ایسا سمجھنا اسلاف کی عبارت کو سمجھنے میں غلطی ہے یعنی جس طرح خوارج نے اس آیت سے مطلقاً کفر اکبر مراد لیا ہے اور اعتدال کے راستے سے ہٹ گئے اسی طرح اس آیت میں بیان کئے گئے کفر کو مطلقاً کفر اصغر قرار دینا بھی اہل سنت کے راستے سے ہٹ جانا ہے یاد رہے کہ سیّدنا عبداللہ ابن عباسؓ نے **کُفرٌ دُونَ کُفرٍ** کو مطلقا استعمال نہیں کیا، بلکہ صحابہ کرامؓ کی دفاع میں بیان کیا ہے۔ علمائے اہل سنت نے اس میں تفصیل بیان کی ہے، ہمارے اسلاف نے واضح طور پر یہ فرمایا ہے، کہ یہ حاکم اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ متعلقہ مقدمے میں قرآن کے قانون سے فیصلہ کرنا اس پر واجب ہے اور اس کے خلاف کرنے پر خود کو گناہ گار اور سزا کا مستحق سمجھتا ہو۔ صرف اتنا کافی نہیں کہ وہ ان قوانین کو قرآن کا حصہ سمجھے، یہودی بھی ان آیات کو جو رجم کے بارے میں تھیں تورات کا حصہ مانتے تھے، لیکن فیصلے میں اس کی جگہ دوسرا قانون بنالیا تھا، اور اسی کو شرعی قانون ثابت کر رہے تھے۔ علمائے اُمت نے اس کا مطلب یہی بیان کیا ہے، کہ قرآن کے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کو واجب سمجھتا ہو، اور اس کے علاوہ کسی بھی قانون سے فیصلہ کرنے کو گناہ سمجھتا ہو۔ لیکن آج کل مسئلہ اس طرح نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

"هِيَ عَامَّةٌ فِي كُلِّ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالْكُفَّارِ أَيْ مُعْتَقِدًا ذَلِكَ وَمُسْتَحِلًّا لَهُ، فَأَمَّا مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ وَهُوَ مُعْتَقِدٌ أَنَّهُ رَاكِبُ مُحَرَّمٍ فَهُوَ مِنْ فُسَّاقِ الْمُسْلِمِينَ"[1]

---

[1] تفسیر القرطبی ج:٦ ص:١٩١

ترجمہ: یہ آیت مسلمانوں ،یہودیوں اور دیگر کفار میں سے ہر اس شخص کے بارے میں عام ہے ،جو اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے۔یعنی جو اللہ کی شریعت سے فیصلہ نہ کرے اور اپنے اس فعل کے صحیح اور(قانون)ہونے کا نظریہ رکھتا ہو(تو وہ شخص صریح کافر)ہے۔البتہ جو اس کام کو حرام سمجھتے ہوئے کرے تو وہ فاسق مسلمانوں میں سے ہے۔

ذرا آج کے نظام جمہوریت میں غور کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا ان عدالت والوں کی نہایت غالب اکثریت اپنے فیصلوں کو گناہ سمجھتی ہیں؟وہ تو اپنے نزدیک بڑا خیر کا کام کر رہے ہیں۔اور کیا یہ عدالتیں غیر قرآن سے فیصلہ کرنے کو حلال یعنی قانون نہیں سمجھتیں؟۔

علامہ آلوسیؒ نے تفسیر ''روح المعانی'' میں امام شعبیؒ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ سورۃ مائدۃ کے یہ تین آیات:
ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الكافرون . فأولئك هم الظالمون . فأولئك هم الفاسقون.
پہلی اس اُمت کے لئے ہے پھر دوسری یہود اور تیسری نصاریٰ کے بارے میں۔علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں اس بنیاد پر یہ لازم آتا ہے کہ مسلمانوں کی حالت یہود و نصاریٰ سے بدتر ہوگی۔[1]

مشہور حنفی فقیہ اور مفسر،امام نسفیؒ:[2]

تفسیر نسفی میں فرماتے ہیں:'' **أي مُستَهِيناً بِهِ** ''یعنی جو اللہ کی شریعت کو کم سمجھتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر ہیں۔تو کیا آج عدالت عالیہ میں قرآن کریم کے قانون کا مذاق نہیں اُڑایا جاتا؟

امام بیضاویؒ کا نام[3] کس طالب علم کے لئے نیا ہے؟آپؒ نے تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی :
'' وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مستهيناً به منكراً له. فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ لاستهانتهم به وتمردهم بأن حكموا بغيره، ولذلك وصفهم بقوله الْكَافِرُونَ والظَّالِمُونَ والْفَاسِقُونَ''

ترجمہ: اور جس نے اللہ کی شریعت سے فیصلہ نہیں کیا اس قانون کو کم سمجھتے ہوئے(اس کے علاوہ کو زیادہ اہم سمجھا)اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے،تو پس وہ کافر ہے اس قانون کو کم اہم سمجھنے کی وجہ سے اور اس کے علاوہ سے فیصلے پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے،اسی لئے اللہ نے ان کو:'' الْكَافِرُونَ '' '' الظَّالِمُونَ '' '' الْفَاسِقُونَ '' قرار دیا۔[4]

---

۱ : (عن الشعبي أنه قال: الثلاث الآيات التي في المائدة أولها لهذه الأمة والثانية في اليهود والثالثة في النصارى، ويلزم على هذا أن يكون المؤمنون أسوأ حالا من اليهود والنصارى۔۔۔)(تفسیر الآلوسی:روح المعانی:ج۳ص:۳۱۴)

۲ :وفات ۷۱۰ھ

۳ :وفات ۶۹۱ھ

۴ :تفسیر بیضاوی:سورۃ المائدۃ:ج۲ص:۱۱۲۸

اسی طرح علامہ زمخشری کسی تعارف کا محتاج نہیں انہوں نے تفسیر کشاف میں یہی تفسیر کی ہے۔

تنبیہ!!!

علامہ زمخشریؒ اور امام بیضاویؒ کا یہ قول کہ اللہ کے شریعت کے علاوہ کسی قانون سے فیصلے پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے وہ کافر ہیں۔ آج جمہوری عدالتی نظام پر کتنا صادق آتا ہے، یہ عدالتیں غیر قرآن سے فیصلوں پر سالوں سے ڈٹی ہوئی ہیں۔ کیا اہل علم اس کا حکم بیان کر پائیں گے؟۔

وضاحت:

نبی کریم ﷺ کے دور مبارک سے لیکر تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد (۶۵۶ بمطابق ۱۲۵۷ء) تک کبھی ایسا نہیں ہوا، کہ قرآن کے مقابلے میں کسی اور قانون کو بطور آئین ملک میں نافذ کیا گیا ہو۔ اس اُمت میں اس بات کا تصور بھی نہیں تھا، کہ عدالتیں قرآن کے علاوہ کسی انسان کے بنائے آئین کے مطابق فیصلہ کریں۔ غیر قرآن سے فیصلہ کرنے کی زیادہ سے زیادہ یہ صورت ہوتی تھی، کہ جج رشوت لے کر فیصلے میں ڈنڈی مار دیتا۔ چناچہ مذکورہ آیت کے ضمن میں جو بھی بحث ''بڑے کفر'' یا ''چھوٹے کفر'' کے کی جارہی ہے، وہ اس صورت حال کو سامنے رکھ کر کی جاتی رہی۔ کیونکہ علماء عموما انہی باتوں کو بیان کرتے ہیں، جو ان کے دور میں عامۃ المسلمین کو درپیش ہوتی ہیں۔ لیکن جب عالم اسلام پر تاتاری حملہ آور ہوئے اور دارالخلافہ بغداد پر قبضہ کرلیا، پھر اس کے بعد یہ لوگ مسلمان ہوگئے لیکن نظام حکومت قرآن کی بجائے ایک ایسے آئین سے چلانے لگے جو چنگیز خان کا بنایا ہوا تھا، اور اس میں کچھ شقیں اسلام سے بھی جمع کرلی گئیں تھی، اس کو (الیاسق یا الیاس) کہا جاتا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ نے اس قانون کے بارے میں فتوی دیا:

" وَقَوْلُهُ تعالى: أَفَحُكْمَ الْجاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْماً لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ يُنْكِرُ تَعَالَى عَلَى مَنْ خَرَجَ عَنْ حُكْمِ اللَّهِ۔۔۔كَمَا يَحْكُمُ بِهِ التَّتَارُ مِنَ السِّيَاسَاتِ الْمَلَكِيَّةِ الْمَأْخُوذَةِ عَنْ مَلِكِهِمْ جِنْكِزْخَانَ الَّذِي وَضَعَ لَهُمُ الياسق، وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ كِتَابٍ مَجْمُوعٍ مِنْ أَحْكَامٍ قد اقتبسها من شَرَائِعَ شَتَّى: مِنَ الْيَهُودِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ وَالْمِلَّةِ الْإِسْلَامِيَّةِ وغيرها، وَفِيهَا كَثِيرٌ مِنَ الْأَحْكَامِ أَخَذَهَا مِنْ مُجَرَّدِ نظره وهواه، فصارت في بينه شرعا متبعا يقدمونه على الحكم بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ مِنْهُمْ فَهُوَ كَافِرٌ يَجِبُ قِتَالُهُ حتى يرجع إلى حكم الله ورسوله"[1]

۱: تفسیر ابن کثیر: سورۃ المائدۃ: ج۳ص:۱۱۹

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "بھلا کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ یقین رکھتے ہوں ان کے لئے اللہ سے اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اس شخص پر انکار کرتا ہے جو اللہ کے حکم سے روگردانی کرتا ہے۔۔۔ جیسا کہ چنگیز خان نے تاتاریوں کے لئے یاسق وضع کیا تھا۔ یاسق اس "مجموعہ قوانین" کا نام ہے جو چنگیز خان نے مختلف مذاہب، یہودیت، نصرانیت اور اسلام وغیرہ سے لے کر مرتب کیا تھا۔ اس میں بہت سے ایسے احکام بھی تھے جو کسی مذہب سے ماخوذ نہیں تھے وہ محض چنگیز خان کی خواہشات اور اس کی صوابدید پر مبنی تھے۔ یہ کتاب بعد میں قابل اتباع قرار پائی اور وہ اس کتاب کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر بھی مقدم رکھتے تھے۔ ان میں سے جس جس نے بھی ایسا کیا وہ کافر ہے، واجب القتل ہے جب تک کہ (وہ ایسے مجموعہ قوانین) سے توبہ کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی طرف نہ آئے۔

سو آپ سوچیئے کہ قرآن کے علاوہ سے فیصلہ کرتی عدالتوں کو اسلامی کہنا کتنا بڑا جرم ہے؟۔

محترم قارئین! اس بحث کو ہم نے طوالت اس لئے دیدی کہ آج کل اس بحث کو بڑے بڑے علماء نے نظر انداز کر رکھا ہے

پچیسواں نقصان: الحكم بالأكثرية:

جمہوریت کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس نظام میں فیصلے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ فیصلے اکثریت پر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ جب اکثریت کسی فیصلہ کو منظور کر دیتی ہے تو پھر دنیا کا کوئی قانون آسمانی ہو یا غیر آسمانی اس کو رد نہیں کر سکتا۔

جمہوری فراڈ:

محترم قارئین! عام طور پر تو ہمیں یہی سکھایا گیا ہے کہ یہاں فیصلے اکثریت کی بناء پر ہوتے ہیں یعنی اکثریت کی بنا پر جو فیصلہ کیا گیا وہ ہی واجب العمل ہو گا اور اس کے خلاف کرنا سرے سے ممکن نہیں لیکن اب ہم جاننا چاہتے ہیں کہ موجودہ جمہوریت میں واقعی اکثریت ہوتی ہے یا یہ بھی صرف ایک جمہوری فراڈ ہے۔

"سب سے پہلے تو آپ یہ اندازہ لگائیں کہ پاکستان میں تقریباً بائیس کروڑ عوام میں بچوں کو چھوڑ کر اندازاً بالغ افراد بشمول خواتین پندرہ کروڑ ہوں گے۔ بدقسمتی سے مذہبی و غیر مذہبی سب پارٹیوں کی عورتیں بھی گھوم پھر کر پولنگ اسٹیشن کی بھیڑ بھاڑ میں اپنا ووٹ کاسٹ کرنے آتی ہیں تو پندرہ کروڑ عوام اور جمہوریت کی روشنی میں اصحاب رائے یا بالغ رائے دہی والے ووٹرز اس ملک میں موجود ہیں۔ لیکن الیکشن میں جو کل ووٹ پڑتے ہیں اندازاً وہ آٹھ کروڑ کے قریب

ہوتے ہیں، تو سات کروڑ نے ووٹ ہی نہیں ڈالا۔ پھر اس ملک پر جو حکومت بنی وہ اکثریت کہاں ہوئی؟ سب پارٹیاں مل کر بھی حکومت بنائیں وہ پھر بھی اقلیت میں ہیں"۔

یا مثلاً ایک حلقہ میں چار اُمیدوار ہیں اور اس حلقے میں اکیاسی ہزار ووٹرز ہیں۔ جناب قدرت اللہ نے بیس ہزار ووٹ حاصل کئے، جناب نثار احد صاحب نے بیس ہزار ووٹ لے لئے، جناب عادل خان صاحب نے بیس ہزار ووٹ لے لئے اور جناب محترم جمہوری لٹیرے عابد صاحب نے اکیس ہزار ووٹ لے لئے اور جیت گئے، باقی تین حضرات ہار گئے۔ یعنی ساٹھ ہزار رائے دہی والے ہار گئے وہ شکست خوردہ ہوگئے، اور اکیس ہزار والا جیت کر اکثریت کا مالک بن گیا۔ یہ ہے بچہ جمہورا کی اکثریت، پھر جب وہ تین ساتھی مڑ کر دیکھتے ہیں کہ لیلاء کرسی کا مالک تو وہ بن گیا ہے، تو یہ حضرات آپس میں سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور گٹھ جوڑ کرتے ہیں اور فوراً بچہ جمہورا کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔ جب ساٹھ ہزار اصحاب رائے اکیس ہزار اصحاب رائے پر حملہ آور ہو جاتے ہیں، تو پھر نہ جمہوری لٹیرا باقی رہتا ہے نہ اس کی کرسی، بلکہ یہ جم غفیر اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر چت لٹا دیتا ہے۔

اس اقلیت و اکثریت کے نظریئے نے قوم کی ہر پارٹی کے کارکن کو جعلسازی پر مجبور کر دیا ہے۔ چونکہ اکثریت بنانے کی ضرورت ہے، خواہ وہ مذہبی پارٹی کا مذہبی فرد ہو یا غیر مذہبی پارٹی کا کوئی فرد ہو، ہر ایک اس کوشش میں رہتے ہیں کہ کسی طرح سے جعلی ووٹ ڈالے جائیں۔ چناچہ اس کے لئے دیانت کے تمام اُصولوں کو پامال کرکے ہر حربہ اور ہر حیلہ بروئے کار لایا جاتا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات ووٹوں کی پیٹی کو چرا لیا جاتا ہے، بجلی بند کرکے موم بتی کی روشنی میں ووٹ گنے جاتے ہیں، اور اسی دوران چکر بازیاں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ رشوتوں کا دروازہ کھل جاتا ہے اور ریٹرنگ افسروں الیکشن کمشنروں، اور پولیس افسروں کے دولت کمانے کے دن آجاتے ہیں۔ اس لئے مذہبی جماعت سے تعلق رکھنے والے حضرات ان تمام خطرات کو ملحوظ رکھ کر قدم اُٹھائیں۔

چھبیسواں نقصان: النِّفَاق:

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس طاغوتی نظام میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ روز روز نئے نئے انداز میں نئی نئی باتوں اور نئے نئے وعدوں کے ساتھ یہ جمہوری لٹیرے ہمارے پاس آتے ہیں۔ کل ایک آدمی کو ملک کا غدار اور بد ترین کافر کہتے تھے اور آج وہ وفادار اور پکا مؤمن ہو جاتا ہے۔ کل ایک پارٹی ایسی تھی جس میں دنیا کے سارے قبائح موجود تھے لیکن آج وہی پارٹی تمام محاسن کا مجموعہ ہوتی ہے۔ کل ایک شخص لوٹا تھا، بکاؤ مال تھا اور اصطبل کا گھوڑا تھا مگر آج وہ وزیر، مستقل مزاج، اصول پسند بن گیا۔ کل ایک پارٹی کے خلاف تحریک چل

رہی تھی، بیسیوں آدمی مر کر شہید کے نام سے پکارے گئے تھے لیکن آج خود ہی اسی پارٹی میں شامل نظر آرہے ہیں۔ جب سوال کرنے والا پریشان ہو کر سوال کرتا ہے تو جواب ملتا ہے جناب جمہوریت میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی۔

جمہوریت اور سیاست کے اسی اصول کے تحت خارجہ پالیسیاں اور مذہبی رجحانات بنتے اور ٹوٹتے ہیں۔ مثلاً ابھی حزب اختلاف میں ایک پارٹی حزب اختلاف کی اسی پالیسی پر تنقید کرتی ہے کہ اس نے مسئلہ کشمیر کو خراب کر دیا، یہ لوگ اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں، سود کو جائز قرار دیتے ہیں، مذہبی اُمور کو پامال کر دیتے ہیں، لیکن کچھ دنوں بعد یہی حزب اختلاف جب برسر اقتدار آتا ہے اور انہیں غلطیوں کا ارتکاب کرتا ہے جن پر کل اس کو اعتراض تھا اور نیا حزب اختلاف اب انہیں امور میں نئے حزب اقتدار کو مورد الزام ٹھراتا ہے جن کے کرنے کے لئے کل وہ خود تیار نہیں تھا تو وہ سوال واستفسار پر جواب دیتے ہیں کہ یہ جمہوریت ہے اس میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی ہے۔

اسی اصول کے تحت بڑے بڑے قد آور حضرات بِک جاتے ہیں اور بھاری رقم وصول کرکے دوسری پارٹی میں چلے جاتے ہیں۔ لوگ طعنہ دیتے ہیں تو جواب ملتا ہے کہ جمہوریت میں کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی ہے، بے اُصولی اور نفاق کے کیسے خوشنما اصول بنا رکھے ہیں۔

ستائیسواں نقصان: إستخدام النصوص الشرعية فی غیرموضعها:

مفاسد جمہوریت میں سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس خبیث نظام کی بدولت آج لوگ شرعی نصوص کو بے جا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً شوریٰ کے بارے میں جو آیت نازل ہوئی ہے آج جمہوری حضرات اس آیت کو ووٹ پر فٹ کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے اپنے اشتہار پر لکھا ہوگا:

"مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا" [1]

ترجمہ: انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا نذرانہ پورا کر دیا، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں۔ اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔

بعض نے لکھا ہوگا:

"نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ" [2]

۱: سورۃ الاحزاب: ۲۳

۲ سورۃ الصف: ۱۳

ترجمہ: اللہ کی طرف سے مدد، اور ایک ایسی فتح جو عنقریب حاصل ہو گی!

بعض نے لکھا ہو گا:

" الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ"[1]

ترجمہ: یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوۃ ادا کریں، اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں، اور برائی سے روکیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔

بعض حضرات نے اپنی صفائی بیان کرنے کے لئے لکھا ہو گا:

" إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ"[2]

ترجمہ: میرا مقصد اپنی استطاعت کی حد تک اصلاح کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تو ان سب قرآنی نصوص کو اپنی جگہ کے بغیر استعمال کرنا کتنا بڑا ظلم ہے؟۔

اٹھائیسواں نقصان:طلب الإمارة:

جمہوریت کے نقصانات میں سے ایک عظیم نقصان یہ بھی ہے کہ اس نظام میں عہدہ از خود طلب کیا جاتا ہے۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ نے از خود امارت طلب کرنے سے منع فرمایا ہے:

" عن عبد الرحمن بن سمرة، قال: قال لي النبي صلى الله عليه وسلم: «يا عبد الرحمن بن سمرة، لا تسأل الإمارة، فإنك إن أعطيتها عن مسألة وكلت إليها، وإن أعطيتها عن غير مسألة أعنت عليها"[3]

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن ابن سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اے عبد الرحمٰن! تو مت مانگنا حکومت اور سرداری کو اس واسطے کہ اگر حکومت تجھ کو مانگنے سے ملے تو تجھی پر سونپی جائے یعنی اللہ کی طرف سے تیری مدد نہیں ہو گی اور اگر حکومت تجھ کو بغیر مانگے ملے تو تیری اس پر غیب سے مدد ہو گی"۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

" إنكم ستحرصون على الإمارة، وستكون ندامة يوم القيامة، فنعم المرضعة وبئست الفاطمة"[4]

---

1 سورۃ الحج:41

2 سورۃ ھود:88

3 صحیح البخاری: باب من لم یسأل الامارۃ اعانہ: ج9ص:63

4 صحیح البخاری: باب مایکرہ من الحرص علی الامارۃ

ترجمہ: ''بے شک تم حرص کروگے سرداری پر اور پھر یہ حکومت قیامت میں پچھتاوا ہو گا۔یعنی کیوں ہم حاکم ہوئے جو آج حساب میں گرفتار ہوئے، سو دودھ پلانے والی تو اچھی ہے اور دودھ چھڑانے والی بُری ہے ''۔

مطلب یہ ہے کہ جب لوگ امارت پر حرص کرنے لگے تو یہ فتنے کا زمانہ ہے اور اس زمانے میں بہتر وہ شخص ہے، جو دودھ پیتے وقت مر جائے اور بُرا ہے وہ آدمی جو زندہ رہ جائے۔اور بعینہ آج کل یہ وہی زمانہ ہے۔اسی طرح امارت ایک عظیم امانت ہے جس کا صحیح حق ادا کرنا بہت مشکل کام ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

'' **إن العرافة حق، ولا بد للناس من العرفاء، ولكن العرفاء في النار** ''[1]

ترجمہ: چوھدراہٹ ثابت ہے اور لوگوں کے لئے چوھدری (رئیس) ہونا ضروری ہے، مگر چوھدری دوزخ میں ہوں گے۔

اُنتیسواں نقصان:مساواۃ غیر شرعیۃ:

جمہوریت کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس نظام میں غیر شرعی مساوات لازم آتے ہیں۔مثلاً جمہوریت میں عالم دین اور جاہل یکساں برابر ہیں حالانکہ شرعاً یہ مساوات معتبر نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

'' **هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ** ''[2]

ترجمہ: کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر ہیں؟

یہاں استفہام انکاری ہے ای **لایستوی الذین الخ** لیکن جمہوریت نے قرآن کے اس آیت مبارکہ کے مقابلہ میں اس خود ساختہ اُصول پر عمل کیا'' **العالم والجاہل سواء** ''۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شہادت (گواہی) دینے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں شہادت میں برابر ہوں گے۔**قال اللہ تبارک وتعالیٰ** '' **فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ** '' لیکن اس آیت کے مقابلہ میں جمہوریت نے کہا: '' **الرجل والمرأة وحدها سواء** ''

اسی طرح قرآن مجید کی متعدد آیات سے انکار لازم آتا ہے۔اور فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی ایک آیت سے انکار کرنا بھی کفر ہے، خواہ وہ انکار تأویل کی صورت میں کیوں نہ ہو۔جیسے بنی اسرائیل یوم السبت میں تأویلات باطلہ کرتے تھے۔

---

۱ سنن ابی داؤد: باب فی العرافۃ: ج۳ ص:۱۳۱

۲ سورۃ الزمر: ۹

تیسواں نقصان: حرص الناس علی حضور مجالس الزور:

مفاسد جمہوریت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نظام میں لوگوں کو جھوٹ بولنے والے مجالس کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ اور اس طرح کے اعلانات کئے جاتے ہیں کہ فلاں جگہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا ہے اور شائقین کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ جبکہ جمہوری جلسوں میں جھوٹ بولنے، دوسروں پر جھوٹے الزامات لگانے، اور گالی گلوچ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ حالانکہ عبادالرحمٰن کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا"[1]

ترجمہ: اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو ناحق کاموں میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

" وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا"[2]

ترجمہ: اور اس نے کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اُڑایا جارہا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ اس وقت تک مت بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ یقین رکھو کہ اللہ تمام منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

اور یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے تو یہ بھی گناہ گار ہے۔ لیکن دوسرا آدمی لوگوں کو گناہ کی طرف دعوت دیتا ہے تو یہ پہلے سے زیادہ گناہ گار ہے۔

اکتیسواں نقصان: الغیبة:

قرآن کے مطابق غیبت اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کی طرح ہے۔ حدیث کے مطابق غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے اس قوم میں انتخابات کے دنوں لاکھوں کروڑوں غیبتیں نہیں ہوتیں؟ کیا آپ کروڑوں زنا برداشت کرسکتے ہیں؟ یہ تو زنا سے زیادہ بُری ہے۔ ہزاروں کے مجمعوں میں سٹیجیں سجا کر غیبت ہوتی ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ تالیاں اور سیٹیاں بجا بجا کر ان غیبتوں کی تحسین ہوتی ہے۔ آپ علماء سے پوچھیں گناہ کی تحسین کفر ہے۔ پھر اس میدان میں مولوی

۱: سورۃ الفرقان: ۷۲

۲: سورۃ النساء: ۱۴۰

صاحبان بھی کسی سے پیچھے نہیں، وہ بھی سٹیجوں پر ایک دوسروں کی غیبتیں کرتے ہیں۔ اور نیچے والے "اللہ اکبر" کے نعرے سے اس کی تحسین کرتے ہیں، جو اوروں کے بنسبت بڑی جاہلیت ہے، کہ گناہ کی تحسین کے لئے "اللہ اکبر" کو استعمال کیا جائے۔ اس سے بھی بڑھ کر بہتانوں کے سیلاب ہوتے ہیں اور اس کی تحسین ہوتی ہے۔ اس لئے یہ انتخابات ایمان لیوا بیماری ہے۔ اپنے ایمان کی فکر کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح مؤمن ہو اور شام کو کافر۔

بتیسواں نقصان: کفران النعمة:

انتخابات کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس فرسودہ نظام میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بہترین نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری ہوتی ہے۔ مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت، اسلام کی ہے جو دنیا کی کسی دولت کے بدلے حاصل نہیں کی جاسکتی، وہ اس کی ناشکری کر کے خود کو کافر کے برابر کر دیتا ہے۔ عالم: نعمتِ اسلام و علم کی ناشکری کر کے خود کو کافر اور جاہل کے برابر کر دیتا ہے۔ شریف :اپنی شرافت کا انکار و ناشکری کر کے خود کو نکموں کے برابر کر دیتا ہے۔ عقل مند: اپنی خدا داد عقل کا مذاق اُڑا کر خود کو کم عقلوں اور بیوقوفوں کے برابر کر دیتا ہے۔

نصیحت !!!

میرے عزیز دوستو! یہ کتنے زیادہ نقصانات ہم نے جمہوریت کے بیان کئے یہ تو موٹے موٹے نقصانات تھے ان کے علاوہ بھی بہت زیادہ ہیں۔ تو ان تمام نقصانات کو دیکھ کر ایک سلیم العقل اور سلیم الفطرت آدمی کبھی بھی جمہوریت میں حصہ نہیں لے گا۔ جمہوریت کا کفر ہونا یا نہ ہونا الگ بات ہے صرف یہ نقصانات اور مفاسد کتنے زیادہ ہیں؟۔ نظام جمہوریت اور جمہوری انتخابات کی وجہ سے مسلمان ان عظیم گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، جن کا بیان تفصیلاً گزر چکا اور ان گناہوں میں سے ایک گناہ ہی اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کو دعوت دینے کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ ان تمام نافرمانیوں کا کھلم کھلا ارتکاب۔ کیوں نہ اس نظام جمہوریت سے چھٹکارا حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے قہر کو دعوت دینے والے ان خطرناک گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

چند شبہات کا ازالہ:

جمہوریت کے نقصانات بیان کرنے کے بعد ہم چند شبہات کا ازالہ کرتے ہیں، تاکہ جو شخص حق اور باطل کی اس معرکے میں مشوش ہو اور اس کو جمہوری حضرات نے کچھ وسوسے ڈال کر راہ حق سے منع کرنے کی کوشش کی ہو اور وہ واقعی دین حق کا طلب گار ہو تو امید ہے کہ اللہ اس مختصر سی کاوش کے ذریعے اس کے شبہات کو ختم کر دے گا۔

(ا): جب ہم نے جمہوریت کے نقصانات میں ایک نقصان یہ بھی بیان کیا کہ اس جاہلی نظام میں امارت اور عہدے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور شرعا یہ ایک ممنوع فعل ہے۔ تو کوئی آپ کو یہ دھوکہ نہ دے کہ امارت کا مطالبہ کرنا تو درست ہے۔ اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی عزیز مصر سے فرمایا تھا:

"قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ"[۱]

ترجمہ: یوسفؑ نے کہا کہ: آپ مجھے ملک کے خزانوں (کے انتظام) پر مقرر کر دیجئے۔ یقین رکھے کہ مجھے حفاظت کرنا خوب آتا ہے (اور) میں (اس کام کا) پورا علم رکھتا ہوں۔

تو دیکھو! حضرت یوسفؑ اللہ کے رسول ہیں اور انہوں نے بھی امارت کا مطالبہ کیا ہے تو ہمارے لئے مطالبہ کرنا بطریق اولیٰ جائز ہو گیا۔ تو اس اشکال کے ہم کئے طریقوں سے جوابات ذکر کرتے ہیں:

اول: اس اشکال کا پہلا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، اور انبیاء کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم ہیں۔ جب ان سے گناہ کا تصور نہیں ہو سکتا تو پھر وہ کس طرح غیر اللہ کے قانون پر فیصلہ کرتے؟

دوم: قانون ساز پارلیمنٹ میں دخول اور اس کے جواز پر اس سے دلیل لینا باطل ہے وفاسد ہے کیونکہ یہ شرکیہ پارلیمنٹ اللہ کے دین کے علاوہ دین جمہوریت پر قائم ہے۔ جس میں قانون سازی اور تحریم و تحلیل کا الوہی اختیار عوام کو ہوتا ہے نہ کہ اکیلے اللہ کو جبکہ اللہ نے فرمایا:

"وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ"[۲]

ترجمہ: اور جو اسلام کے علاوہ دین چاہے گا تو وہ اس سے کبھی بھی قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔

سو کیا کوئی جرأت کر سکتا ہے کہ یوسف علیہ السلام اللہ کے دین کے علاوہ یا اپنے آباء کی ملت کے علاوہ ملت کے پیرو تھے یا اس کا احترام کرتے تھے یا اس کے موافق قانون سازی کرتے تھے جیسا آج کل ان پارلیمنٹوں کے فتنوں میں مبتلاء لوگوں کا حال ہے؟ ایسا کیوں کر ممکن ہے جبکہ وہ بر ملا کہتے تھے کہ:

"إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ"[۳]

۱: یوسف:۵۵

۲: ال عمران:۸۵

۳سورۃ یوسف:۳۸،۳۷

ترجمہ: میں نے اس قوم کے دین کو چھوڑ دیا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اور وہ آخرت کا انکار کرتی ہے۔اور میں اپنے آباء ابراہیم واسحاق ویعقوب علیہم السلام کے دین پر چلتا ہوں ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک کریں۔

سوم: حضرت یوسفؑ اس وزارت پر منجانب اللہ، اللہ کی قدرت سے فائز ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ"[۱]

ترجمہ: اور اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو ملک میں ایسا اقتدار عطا کیا کہ وہ اس میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنائیں۔ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں اور نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

اور یہ تمکن اللہ کی طرف سے ہوا نہ بادشاہ یا کسی اور کی طرف سے کہ وہ ان کو اس منصب سے معزول کر سکے خواہ وہ بادشاہ کی مخالفت کرتے رہیں۔تو کیا آج کل ان طاغوتی عہدیداروں کے پاس اس طرح کا کچھ اختیار ہے کہ یوسف علیہ السلام کی تمکین وولایت پر انہیں قیاس کرنا درست ہو سکے ؟

چھارم: حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت الگ تھی اور ہماری شریعت الگ ہے۔اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شرائع من قبلنا ہمارے لئے اس وقت دلیل بن سکتے ہیں جب ہماری شریعت میں اس سے منع نہ آئی ہو، حالانکہ امارت طلب کرنے سے نبی کریم ﷺ نے کتنے احادیث میں منع فرمایا ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا:

"من طلب قضاء المسلمين حتى يناله، ثم غلب عدله جوره، فله الجنة، ومن غلب جوره عدله فله النار"[۲]

ترجمہ: جس شخص نے مسلمانوں کے عہدہ قضاء کو طلب کیا حتی کہ اسے پالیا پھر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب آجائے تو اس کے لئے جنت ہے اور اگر اس کا ظلم اس کے عدل پر غالب آجائے تو اس کے لئے جہنم ہے۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کا تو اپنے آپ پر اعتماد تھا کہ میرا عدل ظم پر غالب ہو گا۔

پنجم: حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی وزارت میں کامل وغیر ناقص حریت وتصرف کا اختیار حاصل تھا اسی لئے فرمایا:

"وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ"[۳]

ترجمہ: اور ایسے ہی ہم نے یوسفؑ کو زمین پر حکومت عطا کی۔

---

۱ : سورۃ یوسف:۵٦

۲ : سنن ابی داؤد: ج۳ص:۲۹۹

۳ : سورۃ یوسف:۵٦

سونہ تو ان سے کوئی حساب لے سکتا تھا نہ ہی ان کی نگرانی کر سکتا تھا خواہ وہ کچھ بھی کریں۔ تو کیا آج کل کی طاغوتی وزارتوں میں اس طرح کا کچھ ہے یا یہ محض جھوٹے اور باطل اختیارات ہیں جو اس وقت ختم ہو جاتے ہیں جب وزیر ان کی دامن سے کھیلنے لگے یا صدر کی اطاعت سے ہٹ کر ان کی خلاف ورزی کرے اس اعتبار سے یہ وزیر در حقیقت صدر یا بادشاہ کا سیاسی خادم ہوا جو اس کے احکامات کا مکمل پابند ہوتا ہے اور اسے صدر یا دستور کی مخالفت کا بالکل حق حاصل نہیں ہوتا اگرچہ اس میں اللہ سبحانہ اور اس کے دین کی مخالفت ہی ہو۔ لہذا جب آج کل کی طاغوتی وزارتوں میں یوسف علیہ السلام جیسی کیفیت موجود نہیں تو انہیں ان پر قیاس کرنا ہی باطل ہے۔ انتہی

(۲) کوئی آپ کو یہ دھوکہ نہ دے سکے کہ ووٹ ڈالنا واجب ہے، امیدواروں میں سے اچھے کو ووٹ دینا ضروری ہے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ کفر کا کوئی حصہ "واجب" اور ضروری نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ایسے واجب سے بچائیں، جو ہمارے ایمان پر ہی حملہ آور ہو کر ہمیں ایمان سے ہی محروم کر دے۔ ہمیں ایسے واجب سے دور رکھیں جو ہمیں کفر و نفاق، بغض و نفرت، مکر و فریب، غیبت و بہتان، اسراف و تبذیر، دھوکہ و فریب کے سمندروں میں ڈبو دے۔ ہمیں ایسے واجب سے معاف رکھیں جو ہمارے بچوں کو ہم سے بیگانہ کر دے، جو ہمارے مدارس و مساجد کے ماحول کو آلودہ کر کے علم و تقوی کا جنازہ نکال دے۔ ہمیں ایسے واجب سے معاف رکھیں، جو ہمیں پون صدی تک کفر کی غلامی سے نہ نکال سکا۔

(۳) کوئی آپ سے کہہ سکتا ہے کہ فلاں صاحب نے فتوی دیا ہے، کہ ووٹ شہادت ہے، سفارش ہے، وکالت ہے اس لئے واجب ہے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ یہ کیسی شہادت ہے جس میں مسلم کافر، نیک وبد، عالم و جاہل، مرد و عورت سب برابر ہیں ۔ جس کا نصاب دو پر پورا نہیں ہوتا ہزار پر بھی پورا نہیں ہوتا ۔ یہ کیسی شہادت ہے جس میں مرتد بھی مردود الشہادۃ نہیں ہوتا، یہ کیسی سفارش ہے ۔ کہ اگر ایک بھی بڑھ جائے تو اس کا قبول کرنا ضروری ہوتا ہے، حالانکہ سفارش کا قبول کرنا تو ضروری نہیں ہوتا۔ یہ کیسی وکالت ہے جس میں وکیل مؤکل سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ ہمیں کفر کی چھتری تلے کوئی شہادت کوئی سفارش کوئی وکالت قبول نہیں۔

(۴) یاد رکھیں مدارس امریکہ ویورپ سمیت پوری دنیا میں چل رہے ہیں۔ اس لئے کوئی آپ کو گمراہ نہ کر سکے کہ ہمیں ووٹ دو ہم نہ ہوں گے تو مدارس کو یہ ہو گا وہ ہو گا۔ کفر کو صرف ہماری دو چیزوں سے خلش ہے، جہاد اور شرعی نظام۔

(۵) واضح رہے کہ مرد کا مرد سے نکاح ہندوستان جیسے فحاش ملک میں بھی نہیں ہو رہا، لہذا کوئی آپ کو یہ کہہ کر دھوکہ نہ دے کہ ہم اسمبلیوں میں نہ ہوں گے تو مرد کا مرد سے نکاح ہونا شروع ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب تو ان حضرات کی موجودگی میں ٹرانس جینڈر جیسے بل پاس ہو کر تبدیلی جنس کی اجازت بھی مل گئی۔

(۶) یاد رکھیں ووٹ کے ذریعے سے پچاس ہزار سال میں بھی شرعی نظام نہیں آسکتا، لہذا بعض جمہوری پارٹیوں کا یہ نعرہ کہ " خدا کی زمین پر خدا کا نظام" دور حاضر کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ جس کی گرد کو بھی دنیا کا کوئی دوسرا جھوٹ نہیں پہنچ سکتا اگر جمہوریت کے ذریعے خدا کے نظام کا ایک فیصد بھی امکان ہوتا تو عالمی بدمعاش اس پر بھی پابندی لگا لیتے۔

(۷) بعض مولوی آپ سے کہہ سکتے ہیں کہ جمہوریت کو کفر تو ہم بھی مانتے ہیں لیکن مجبوری کی حالت میں خنزیر کھانا بھی جائز ہے۔

جواب: آپ مجبوری کی حالت میں نہیں، آپ کے پاس ہزاروں مدارس، مراکز، خانقاہوں کے کم از کم ستر، اسی لاکھ متحرک صحت مند نوجوان ہیں۔ اور آپ کے پاس فتوی کی وہ طاقت ہے، جو دنیا میں کسی کے پاس نہیں، جو طاغوت کے لشکروں کو تہس نہس کر دے۔ بس کرو خنزیر کھاتے کھاتے لمبی عمر گزر گئی کب تک کھاتے رہو گے؟ خنزیر کا کھانا تو بقدر ضرورت جائز ہوتا ہے اور تمہاری ایسی ضرورت ہے کہ پوری ہی نہیں ہو رہی۔ آؤ پاکیزہ حلال کی طرف، دعوت وجہاد کی طرف، یہی اللہ کا حکم، رسول ﷺ کا طریقہ ہے۔ اسی سے نظام میں تبدیلی آئے گی ورنہ ہم اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے ہم کیسے مان لیں کہ آپ جمہوریت کو کفر مانتے ہیں، جب کہ ہر جگہ پھیلے اس کفر کے خلاف ایک بھی تقریر عوام میں نہیں کی بلکہ اکثر عوام کو اس کے کفر ہونے میں آپ کی شرکت اور خاموشی کی وجہ سے شک ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی غیور عالم ایک چیز کو کفر سمجھے اسے پھیلتا پھولتا بھی دیکھے اور پھر بھی وہ خاموش رہے اور اپنے شاگردوں، معتقدین اور مقتدیوں پر اس کا کفر ہونا واضح نہ کرے؟؟؟ آپ نے مسواک کے فضائل بیان کر دیئے، پیاز کھا کر مسجد میں آنے کے خلاف بیان دے دیا سرمہ لگانے تک کے آداب آپ نے بیان کر دیئے۔۔۔ بالکل بجا ہے۔۔۔ لیکن اس کفر کے خلاف آپ نے کوئی بیان نہیں دیا تو کیسے مان لیا جائے کہ آپ اسے کفر مان رہے ہیں؟؟؟ کہیں خدانخواستہ آپ تقیہ تو نہیں کر رہے؟

(۸) بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی متبادل بھی ہے؟ اگر یہ اس لئے کہتے ہیں کہ سامنے والا بندہ چپ ہو جائے، اور آئندہ جمہوریت کے خلاف بات نہ کر سکے تو یہ دل وجان سے جمہوریت پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اپنے ایمان کی خیر منائیں کیونکہ کفر کا دفاع کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام اس کفر سے اعلیٰ تو کیا اس کا متبادل بھی نہیں۔ والعیاذ باللہ اگر یہ سوال حقیقت پر مبنی ہے تو یہ سوال خود ان سے بھی ہے، کیا ہمارا دین مکمل نہیں؟ کیا ہمیں ہمارے رب نے ایسا خوار ومسکین چھوڑا ہے، کہ ہمارے پاس اس بدبودار سسٹم کفر کا متبادل بھی نہیں؟ کیا یہ اپنے دین کا مذاق اُڑانا نہیں؟ دراصل یہ لوگ کفر کی تاریکی میں ہیں انہیں دکھائی نہیں دیتا؟ توبہ کر کے روشنی میں آئیں گے تو خود بخود متبادل بھی نظر آجائے گا کسی

سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، کفر کا متبادل نہیں مانگا جاتا کفر سے توبہ کی جاتی اور کفر کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۹) نظام جمہوریت کے قائلین کی جانب سے ایک استدلال یہ کیا جاتا ہے کہ ہم مغربی جمہوریت کے قائل نہیں اور ہم مغربی جمہوریت کو فساد کی اصل جڑ سمجھتے ہیں، اس کے برعکس ”قرآن وسنت کے تابع جمہوریت“ کے قائل ہیں اور اس کے مطابق ہی ریاست کے نظم ونسق چلانے کے خواہاں ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ جمہوری نظام میں کچھ چیزیں ایسی بھی پائی جاتی ہے جو کہ اسلامی سیاست سے مشترک ہیں لہذا نظام جمہوریت میں پائی جانے والی برائیوں کو دور کر کے اس کی مشترک چیزوں کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

ان کے اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ:”ڈیموکریسی“ یعنی جمہوریت نام کی کسی شے کا ذکر قرآن وحدیث میں ملتا ہے؟ اور کیا یہ اسلامی اصطلاح ہے؟ اور کیا جمہوری نظام میں کچھ چیزیں اسلامی نظام سیاست سے مشترک بھی پائی جاتی ہیں؟ اور کیا ریاست کا نظم ونسق چلانے کے لئے اسلام نے اصطلاحات اور طریق کار کا اپنا کوئی باقاعدہ نظام وضع نہیں کیا ، جس کی وجہ سے جمہوریت کی اصطلاح کو ” اسلامی“ کا لفظ لگا کر اختیار کرنے کی حاجت محسوس کی گئی؟

ہم سب جانتے ہیں کہ ” جمہوریت“ خالصتاً ایک مغربی اصطلاح ہے جس کی اپنی ایک تعریف طے شدہ ہے اور اس کے مطابق ایک طریق کار بھی معین ہے۔ جس کا خلاصہ ریاست ہائے امریکہ کے صدر ابراہم لنکن نے یوں کیا جو سب کے نزدیک تقریباً متفقہ ہے:

Government of the people, by the people, for the people

” عوام کی حاکمیت، عوام کے ذریعے، عوام پر“

جمہوریت میں دراصل ” حاکمیت“ کا حق عوام کو حاصل ہوتا ہے اور ان کا ہر حکم قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ گویا وہ حاکمیت جو فرعون اور اس جیسے دوسرے بادشاہ ” دعوئے حاکمیت“ کی صورت میں کرتے تھے اب وہ حاکمیت کا دعوی ” عوام کی حاکمیت“ کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہے۔

چنانچہ عوام کی حاکمیت کی صورت میں عوام کے منتخب نمائندے قانون سازی میں بااختیار ہوتے ہیں۔ منتخب نمائندوں کی اکثریت جو قانون چاہے بناسکتی ہے اب چاہے امریکہ کی پارلیمنٹ کی اکثریت شراب کو حلال کر دے، چاہے برطانیہ کی پارلیمنٹ کی اکثریت مرد کی مرد سے شادی اور عورت کی عورت سے شادی کے جائز ہونے کا بل تالیوں کی گونج میں پاس کر دے یا چاہے پاکستان کی پارلیمنٹ کی اکثریت ” حدود اللہ“ جو کہ قرآن وسنت میں نص قطعی سے ثابت ہیں،

اُس میں یکسر تبدیلی کر کے شریعت کی دھجیاں بکھیر دے، یا مذہبی طبقے کی موجودگی میں ٹرانس جینڈر جیسے بیہودہ بل پاس کر کے غیرت اسلامی کو چیلنج کر دے۔ یہ تمام اختیار ان کو اس جمہوریت کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے، جس کو یہ حضرات اسلامی پیوند لگانے سے مزین کرتے ہیں۔

گویا آج کا جمہوری نظام دراصل وہ " طاغوت " ہے، جس میں اس بات کی کوئی قید نہیں کہ قانون سازی کرنے والے کون ہیں؟ اور اُن کا قرآن وحدیث کے بارے میں کتنا علم ہے؟ وہ کس سیرت وکردار کے حامل ہیں؟ اور وہ کن اُصولوں اور بنیادوں پر قانون سازی کر رہے ہیں؟ بس اصول ایک ہے وہ یہ کہ: عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کی اکثریت نے یہ قانون پاس کیا ہے اور بس!

اسی طرح خلافت میں خلیفۃ المسلمین اللہ کا نائب ہوتا ہے اور قرآن وسنت کے مطابق حکومت کرتا ہے اور کسی بھی معاملے میں وہ "شوریٰ" (وہ لوگ جو قرآن وحدیث کا گہرا علم رکھنے والے ہوں ان کے مشورہ) کے ذریعے قرآن وحدیث کے دئے ہوئے دائرے کے اندر رہتے ہوئے کام کرتا ہے۔ چناچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ "[1]

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (کے مقرر کردہ حدود) سے آگے نہ بڑھو۔ اور (اس معاملے میں) اللہ کی نافرمانی سے بچو"۔

چناچہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ " خلافت " اور "جمہوریت" دو متصادم نظام حیات ہیں۔ لہذا دونوں ایک دوسرے کے ضد ہی نہیں بلکہ دونوں ایک الگ الگ نظام اور طریقہ کار رکھتے ہیں تو پھر دونوں کو آپس میں خلط ملط کرنے کی جسارت کیوں کی جاتی ہے۔ لہذا جو لوگ "قرآن وسنت کے تابع جمہوریت" پر بضد نظر آتے ہیں ان کا یہ کلمہ اسی طرح مردود ہے جس طرح کوئی یہ کہے کہ " ہم قرآن وسنت کے تابع کفر وشرک کے قائل ہیں"۔

"جمہوریت آخری سانسیں لے رہی ہے ووٹ ڈال کر اس کی عمر دراز کرنے اور اسلام کے نفاذ میں تاخیر کا ذریعہ مت بنیں،،

جمہوریت اور اسلاف اُمت واکابرین وقت

آج اگر ہم جمہوریت کے مفاسد کے بارے میں قلم اُٹھائیں اور لوگوں کو اس کالے قانون سے بچانے کی کوشش کریں، تو ضرور لوگ ہم کو یہ طعنہ دیں گے کہ آپ زیادہ سمجھ رکھتے ہیں یا اکابرین اُمت تو:

ا: سورۃ الحجرات: آیت ا

آئے دیکھتے ہیں کہ جمہوریت کے بارے میں اسلاف اُمت اور اکابرین وقت کیا فرماتے ہیں، جو ہمارے لئے مشعل راہ اور ہم سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ باب سیاسۃ المدینۃ میں فرماتے ہیں :

" وَلما كَانَت الْمَدِينَة ذَات اجْتِمَاع عَظِيم لَا يُمكن أَن يتَّفق رَأْيهمْ جَمِيعًا على حفظ السّنة العادلة"[1]

ترجمہ: جبکہ شہر انسانوں کے بڑے ہجوم کا نام ہے سو ان سب کی رائ کا سنت کی حفاظت پر متفق ہو جانا ناممکن ہے"

معلوم ہوا کہ جمہوری نظام جو اکثریت کی موافقت کا محتاج ہوتا ہے، اس میں اسلام و مسلمانوں کی کامیابی ثابت کرنا دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔

حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا:

غرض اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں، یہ مخترعہ متعارفہ جمہوریت محض گھڑا ہوا ڈھکوسلہ ہے، بالخصوص ایسی جمہوریت جو مسلم و کافر، ارکان سے مرکب ہو، وہ تو غیر مسلم سلطنت ہی ہوگی۔[2]

جمہوری سلطنت بھی کوئی سلطنت ہے، محض بچوں کا کھیل ہے، شطرنج کا سا نظام ہے۔ حکومت تو شخصی ہی ہے، اس کا ہیبت اور رعب ہوتا ہے۔[3]

مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مزدور اور عوام کی حکومت ہے ایسی حکومت بلاشبہ حکومت کافرہ ہے۔[4]

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ اسلامی جمہوریت کے تصور کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جمہوریت اور جمہوری عمل کا اسلام سے کیا تعلق؟ اور خلافت اسلامی سے کیا تعلق؟ موجودہ جمہوریت تو سترہویں صدی کے بعد پیدا ہوئی ہے یونان کی جمہوریت بھی موجودہ جمہوریت سے الگ تھی، لہذا اسلامی جمہوریت ایک بے معنی

---

۱ : حجۃ اللہ البالغہ : باب سیاسۃ المدینۃ : ج ۱ ص ۹۲

۲ : احسن الفتاوی : کتاب الجہاد، سیاست اسلامیہ : ج ۶ ص ۲۶

۳ : ملفوظات جلد سوم

۴ : عقائد الاسلام ص: ۲۳

اصطلاح ہے۔ ہمیں تو اسلام میں کہیں بھی مغربی جمہوریت نظر نہیں آئی اور اسلامی جمہوریت تو کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ ۔ ۔ جمہوریت ایک خاص تہذیب و تاریخ کا ثمرہ ہے اسے اسلامی تاریخ میں ڈھونڈنا معذرت خواہی ہے۔[۱]

قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں:

یہ جمہوریت رب تعالیٰ کی صفت ملکیت میں بھی شرک ہے اور صفت علم میں بھی سوائے اللہ کو ایک ماننے والو! شرک کا راستہ اختیار کر کے بھی بھلا کوئی اسلام کو سربلند کر سکتا ہے؟[۲]

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے فرمایا:

یہ برگ وبار مغربی جمہوریت کے شجرہ خبیثہ کی پیداوار ہے، اسلام میں اس کافرانہ نظام کی کوئی گنجائش نہیں۔[۳]

مولانا محمد یوسف لدھیانو شہیدؒ کی رائے:

حضرت علامۃ العصر عارف کامل حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے آپ کے مسائل اور ان کا حل میں جمہوریت کے متعلق ایک تفصیلی فتوی شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے "جمہوریت دور جدید کا صنم اکبر" اس فتوی کو من وعن یہاں درج کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ قارئین حضرات اس سے لطف بھی اُٹھائیں گے اور اس کے تقاضے بھی پورے فرمائیں گے۔

جمہوریت دور جدید کا صنم اکبر

سوال: میری ایک اُلجھن یہ ہے کہ: " اسلام میں جمہوریت کی گنجائش ہے یا نہیں؟" کیونکہ میری ناقص رائے کے مطابق "جمہوریت" کی حکومت میں آزاد خیالی اور لفظ " آزادی" کی وجہ سے مسلمان تمام حدوں سے تجاوز کر جاتے ہیں، جبکہ مذہب "گھر" تک محدود ہو جاتا ہے، حالانکہ "اسلام" نہ صرف ایک بے مثال مذہب ہے بلکہ اس میں خدا کے مستند قوانین سموئے ہوئے ہیں، اور اسلام میں ایک حد میں رہتے ہوئے آزادی بھی دی گئی ہے۔ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں؟۔

۱: ماخوذ از امالئی: علامہ سلیمان ندوی، مرتبہ مولانا غلام محمدؒ

۲ فطری حکومت از قاری محمد طیبؒ

۳: احسن الفتاوی: ج۶ ص:۲۶

جواب:۔۔ بعض غلط نظریات قبولیت عامہ کی ایسی سند حاصل کر لیتے ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء اس قبولیت عامہ کے آگے سپر ڈال دیتے ہیں۔ وہ یا تو ان غلطیوں کا ادراک ہی نہیں کر پاتے یا اگر ان کو غلطی کا احساس بھی ہو جائے تو اس کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں کر سکتے۔ دنیا میں جو بڑی بڑی غلطیاں رائج ہیں، ان کے بارے میں اہل عقل اسی المیہ کا شکار ہیں مثلاً بت پرستی کو لیجئے، خدائے وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر خود تراشیدہ پتھروں اور مورتیوں کے آگے سر بسجود ہونا کس قدر غلط اور باطل ہے۔ انسانیت کی اس سے بڑھ کر توہین و تذلیل کیا ہو گی کہ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے، بے جان مورتیوں کے سامنے سرنگو کر دیا جائے اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو گا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ مخلوق کو شریک عبادت کیا جائے۔ لیکن مشرک برادری کے عقلاء کو دیکھو کہ وہ خود تراشیدہ پتھروں، درختوں، جانوروں وغیرہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں تمام تر عقل و دانش کے باوجود ان کا ضمیر اس کے خلاف احتجاج نہیں کرتا، اور نہ وہ اس میں کوئی قباحت محسوس کرتے ہیں۔

اسی غلط قبولیت عامہ کا سکہ آج جمہوریت میں چل رہا ہے۔ جمہوریت دور جدید کا وہ صنم اکبر ہے جس کی پرستش اول اول دانایان مغرب نے شروع کی۔ چونکہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھے اس لئے ان کی عقل نارسا نے دیگر نظام ہائے حکومت کے مقابلے میں جمہوریت کا بت تراش لیا اور پھر اس کو مثالی طرز حکومت قرار دے کر اس کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ پوری دنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہوا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے بھی تقلید مغرب میں جمہوریت کی مالا جپنی شروع کر دی۔ کبھی یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ "اسلام جمہوریت کا علمبردار ہے" اور کبھی "اسلامی جمہوریت" کی اصطلاح وضع (عین) کی گئی۔ حالانکہ مغرب جس بت کا پجاری ہے اس کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریئے کی ضد ہے۔ اس لئے اسلام کے ساتھ جمہوریت کا پیوند لگانا اور جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے۔

سب جانتے ہیں کہ اسلام نظریۂ خلافت کا داعی ہے جس کی رو سے اسلامی مملکت کا سربراہ آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی زمین پر احکام الٰہیہ کے نفاذ کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مسند الہند حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ خلافت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

مسئلہ در خلافت: هی الرياسة العامةفی التصدی لإقامة الدين بإحياء علوم الدينية وإقامة أركان الإسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة وأعطائهم من الفئ والقيام بالقضاء وإقامة الحدود ورفع المظالم والامر بالمعروف والنهی عن المنكر نيابة عن النبی صلی الله عليه وسلم [1]

ترجمہ: خلافت کے معنی ہیں، آنحضرت ﷺ کی نیابت میں دین کو قائم کرنا (اور نافذ) کرنے کے لئے مسلمانوں کا سربراہ بننا اور اقامت دین کے ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دینی علوم کو زندہ کرنا۔

(۲) ارکان اسلام کو قائم کرنا۔

(۳) جہاد کو قائم کرنا اور متعلقات جہاد کا انتظام کرنا، مثلاً لشکروں کا مرتب کرنا، مجاہدین کو وظائف دینا اور مال غنیمت ان پر تقسیم کرنا۔

(۴) قضاء وعدل کو قائم کرنا، حدود شرعیہ کو نافذ کرنا اور مظالم کو رفع کرنا۔

(۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔

اس کے برعکس جمہوریت میں عوام کی نمائندگی کا تصور کارفرما ہے۔ چناچہ جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

”جمہوریت وہ نظام حکومت ہے جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی سیاسی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جواب دہ ھوتی ہے۔“

گویا اسلام کے نظام خلافت اور مغرب کے تراشیدہ نظام جمہوریت کا راستہ پہلے ہی قدم پر الگ الگ ھو جاتا ہے۔ چناچہ:

(۱) خلافت رسول اللہ ﷺ کی نیابت کا تصور پیش کرتی ہے۔ اور جمہوریت عوام کی نیابت کا نظریہ پیش کرتی ہے۔

(۲) خلافت مسلمانوں کے سربراہ پر اقامت دین کی ذمہ داری عائد کرتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کا دین قائم کیا جائے اور اللہ کے بندوں پر اللہ کے مقرر کردہ نظام عدل کو نافذ کیا جائے، جبکہ جمہوریت کو نہ خدا اور سول سے واسطہ ہے، نہ دین اور اقامت دین سے کوئی غرض ہے۔ اس کا کام عوام کی خواہشات کی تکمیل ہے اور وہ ان کے منشاء کے مطابق قانون سازی کی پابند ہے۔

(۳) اسلام منصب خلافت کے لئے خاص شرائط عائد کرتا ہے مثلاً مسلمان ہو، عاقل وبالغ ہو، سلیم الحواس ہو، مرد ہو، عادل ہو، احکام شرعیہ کا عالم ہو، جبکہ جمہوریت ان شرائط کی قائل نہیں۔ جمہوریت یہ ہے کہ جو جماعت بھی عوام کو سبز

۱: ازالۃ الخفاء ص: ۲

باغ دکھا کر اسمبلی میں زیادہ نشستیں حاصل کرلے، اسی کو عوام کی نمائندگی کا حق ہے۔ جمہوریت کی اس سے بحث نہیں کہ عوامی اکثریت حاصل کرنے والے ارکان مسلمان ہیں یا کافر نیک ہیں یا بد، متقی وپرہیز گار ہیں یا فاجر وبدکار، احکام شرعیہ کے عالم ہیں یا جاہل مطلق، اور لائق ہیں یا کندۂ ناتراش۔

الغرض جمہوریت میں عوام کی پسند وناپسند ہی سب سے بڑا معیار ہے اور اسلام نے جن جن اوصاف وشرائط کا کسی حکمران میں پایا جانا ضروری قرار دیا ہے وہ عوام کی حمایت کے بعد سب لغو اور فضول ہیں اور جو نظام سیاست اسلام نے مسلمانوں کے لئے وضع کیا ہے وہ جمہوریت کی نظر محض بیکار اور لایعنی ہے، نعوذ باللہ۔

(۴) خلافت میں حکمران کے لئے بالاتر قانون کتاب وسنت ہے اور اگر مسلمانوں کا اپنے حکام کے ساتھ نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ ورسول کی طرف رد کیا جائے گا، اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جائے گا

جس کی پابندی راعی اور رعایا دونوں پر لازم ہوگی۔ جبکہ جمہوریت کا فتوی یہ ہے کہ مملکت کا آئین سب سے مقدس دستاویز ہے، اور تمام نزاعی امور میں آئین ودستور کی طرف رجوع لازم ہے۔ حتی کہ عدالتیں بھی آئین کے خلاف فیصلہ صادر نہیں کرسکتیں۔ لیکن ملک کا دستور اپنے تمام تر تقدس کے باوجود عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ کا کھلونا ہے وہ مطلوبہ اکثریت کے بل بوتے پر اس میں جو چاہیں بناڈالیں، کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔ یاد ہوگا کہ انگلینڈ کی پارلیمنٹ نے دومردوں کی شادی کو قانوناجائز قرار دیا تھا اور کلیسا نے اس فیصلے کو صادر کردیا تھا۔ چناچہ عملاً دومردوں کا کلیسا کے پادری نے نکاح پڑھایا۔ نعوذ باللہ۔

حال ہی میں پاکستان کی ایک محترمہ کا بیان اخبارات کی زینت بنا تھا کہ جس طرح اسلام نے ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے، اسی طرح ایک عورت کو بھی اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ بیک وقت چار شوہر رکھ سکے ہمارے ہاں جمہوریت کے نام پر مردوزن کی مساوات کے جو نعرے لگ رہے ہیں، بعید نہیں کہ جمہوریت کا نشہ کچھ تیز ہو جائے اور پارلیمنٹ میں یہ قانون بھی زیر بحث آجائے۔ (حضرت شیخ کاش! کہ آپ تو شہید ہو چکے ہیں۔ لیکن آج وطن عزیز میں ٹرانس جینڈر جیسے غلیظ اور گندہ بل کو بھی قانونی حیثیت مل گئی ہے۔)

ابھی گزشتہ دنوں پاکستان ہی کے ایک بڑے مفکر کا مضمون اخبار میں شائع ہوا تھا کہ شریعت کو پارلیمنٹ سے بالاتر قرار دینا قوم کے منتخب نمائندوں کی توہین ہے، کیونکہ قوم نے اپنے منتخب نمائندوں کو قانون سازی کا مکمل اختیار دیا ہے ان صاحب کا یہ عندیہ جمہوریت کی صحیح تفسیر ہے۔ جس کی رو سے قوم کے منتخب نمائندے شریعت الٰہی سے بھی بالاتر قرار

دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں "شریعت بل" کئی سال تک قوم کے منتخب نمائندوں کان تک رہا ہے، لیکن آج تک اسے شرف پذیرائی حاصل نہیں ہو سکا۔ اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام مغربی جمہوریت کا قائل ہے۔

(۵) تمام دنیا کے عقلاء کا قاعدہ ہے کہ کسی اہم معاملے میں اس کے ماہرین سے مشورہ لیا جاتا ہے۔ اسی قاعدے کے مطابق اسلام نے انتخاب خلیفہ کی ذمہ داری اہل حل وعقد پر ڈالی ہے۔ جو رموز مملکت کو سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس کے لئے موزون ترین شخصیت کون ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا:

"اِنّما الشوریٰ للمهاجِرینَ والانصار"

یعنی خلیفہ کے انتخاب کا حق صرف مہاجرین وانصار کو حاصل ہے۔

لیکن بتکدۂ جمہوریت کے برہمنوں کا "فتویٰ" یہ ہے کہ حکومت کے انتخاب کا حق ماہرین کو نہیں بلکہ عوام کو ہے۔ دنیا کا کوئی کام اور کوئی منصوبہ ایسا نہیں جس میں ماہرین کے بجائے عوام سے مشورہ لیا جاتا ہو۔ کسی معمولی سے معمولی ادارے کو چلانے کے لئے بھی ماہرین سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے، لیکن یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ حکومت کا ادارہ (جو تمام اداروں کی ماں ہے اور مملکت کے تمام وسائل جس کے قبضے میں ہیں) اس کو چلانے کے لئے ماہرین سے نہیں بلکہ عوام کی رائے لی جاتی ہے حالانکہ عوام کی ننانوے فیصد اکثریت یہی نہیں جانتی کہ حکومت کیسی چلائی جاتی ہے، اس کی پالیسیاں کیسے مرتب کی جاتی ہیں اور حکمرانی کے اُصول وآداب اور نشیب وفراز کیا کیا ہیں؟ ایک کندۂ ناتراش کی رائے کو ایک عالی دماغ مدبر کی رائے کے برابر قرار دینا یہ وہ تماشا ہے جو دنیا کو پہلی بار جمہوریت کے نام سے دکھایا گیا ہے۔

در حقیقت "عوام کی حکومت عوام کے لئے" اور "عوام کے مشورے" کے الفاظ محض عوام کو اُلو بنانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ جمہوریت میں نہ تو عوام کی رائے کا احترام کیا جاتا ہے اور نہ عوام کی اکثریت کے نمائندے حکومت کرتے ہیں، کیونکہ جمہوریت میں اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی کہ عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لئے کون کون سے نعرے لگائے جائیں گے اور کن کن ذرائع کو استعمال کیا جائے گا۔ عوام کی ترغیب وتحریض کے لئے جو ہتھکنڈے بھی استعمال کئے جائیں گے، ان کو جو سبز باغ بھی دکھائے جائیں، اور انہیں فریفتہ کرنے کے لئے جو ذرائع بھی استعمال کئے جائیں وہ جمہوریت میں سب روا ہیں۔

اب ایک شخص خواہ کیسے ہی ذرائع اختیار کرکے اپنے حریفوں کے مقابلے میں زیادہ ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے وہ "عوام کا نمائندہ" شمار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ عوام بھی جانتے ہیں کہ اس شخص نے عوام کی پسندیدگی کی بناء پر زیادہ ووٹ حاصل نہیں کئے بلکہ روپے پیسے سے ووٹ خریدے ہیں۔ دھونس اور دھاندلی کے حربے استعمال کئے ہیں

اور غلط وعدوں سے عوام کو دھوکہ دیا ہے، لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود یہ شخص نہ روپے پیسے کا نمائندہ کہلاتا ہے، نہ دھونس اور دھاندلی کا منتخب نمائندہ اور نہ جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی کا نمائندہ شمار کیا جاتا ہے۔

چشم بد دور! یہ قوم کا نمائندہ کہلاتا ہے۔ انصاف کیجئے کہ ”قوم کا نمائندہ“ اسی قماش کے آدمی کو کہا جاتا ہے؟ اور کیا ایسے شخص کو ملک و قوم سے کوئی ہمدردی ہو سکتی ہے۔

عوامی نمائندگی کا مفہوم تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ عوام کسی شخصیت کو ملک و قوم کے لئے مفید ترین سمجھ کر اسے بالکل آزادانہ طور پر منتخب کریں، نہ اس امیدوار کی طرف سے کسی قسم کی تحریض و ترغیب ہو، نہ کوئی دباؤ ہو، نہ برادری اور قوم کا واسطہ ہو، نہ روپے پیسے کا کھیل ہو۔ الغرض اس شخصیت کی طرف سے اپنی نمائش کا کوئی سامان نہ ہو اور عوام کو بے وقوف بنانے کا اس کے پاس کوئی حربہ نہ ہو، قوم نے اس کو صرف اور صرف اس بناء پر منتخب کیا ہو کہ یہ اپنے علاقے کا لائق ترین آدمی ہے۔ اگر ایسا انتخاب ہوا کرتا تو بلاشبہ یہ عوامی انتخاب ہوتا اور اس شخص کو قوم کا منتخب نمائندہ کہنا صحیح ہوتا، لیکن عملاً جو جمہوریت ہمارے یہاں رائج ہے، عوام کے نام پر عوام کو دھوکہ دینے کا ایک کھیل ہے اور بس!

کہا جاتا ہے کہ ”جمہوریت میں عوام کی اکثریت کو اپنے نمائندوں کے ذریعے حکومت کرنے کا حق دیا جاتا ہے“ یہ بھی محض ایک پُر فریب نعرہ ہے ورنہ عملی طور پر یہ ہو رہا ہے کہ جمہوریت کے غلط فارمولے کے ذریعے ایک محدود سی اقلیت اکثریت کی گردنوں پر مسلط ہو جاتی ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ ایک حلقہ انتخاب میں ووٹوں کی کل تعداد پونے دولاکھ ہے، پندرہ امیدوار ہیں۔ ان میں سے ایک شخص تیس ہزار ووٹ حاصل کر لیتا ہے، جن کا تناسب دوسرے امیدواروں کو حاصل ہونے والے ووٹوں سے زیادہ ہے، حالانکہ اس نے قریباً سولہ فیصد ووٹ حاصل کئے ہیں اس طرح سولہ فیصد نمائندے کو ۸۴ فیصد پر حکومت کا حق حاصل ہوا۔ فرمایئے یہ جہوریت کے نام پر ایک محدود اقلیت کو غالب اکثریت کی گردنوں پر مسلط کرنے کی سازش نہیں تو کیا ہے؟

چنانچہ اس وقت مرکز میں جو حکومت ”کوس لِمَنِ المُلکُ الیَوم“ بجا رہی ہے، اس کو ملک کی مجموعی آبادی کی تناسب سے ۳۳ فیصد کی حمایت بھی حاصل نہیں، لیکن جمہوریت کے تماشے سے نہ صرف وہ جمہوریت کی پاسبان کہلاتی ہے بلکہ اس نے ایک عورت کو ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا رکھا ہے۔

الغرض! جمہوریت کے عنوان سے " عوام کی حکومت عوام کے لئے" کا دعوی محض ایک فریب ہے، اور اسلام کے ساتھ اس کی پیوندکاری فریب در فریب ہے۔ اسلام کا جدید جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں، نہ جمہوریت کو اسلام سے کوئی واسطہ ہے۔ ضدّانِ لَایَجتمِعَانِ (یہ دو متضاد جنسیں ہیں جو اکھٹی نہیں ہو سکتیں)[1]

معروف عالم دین مفتی حمید اللہ جان صاحب اپنے ایک نہایت اہم فتوی میں فرماتے ہیں:

مشاہدہ اور تجربے سے ثابت ہے، کہ موجودہ مغربی جمہوری نظام ہی بے دینی، بے حیائی اور تمام فسادات کی جڑ ہے اور خصوصاً اس میں اسمبلیوں کو حق تشریع (آئین سازی قانون سازی کا حق) دینا سراسر کتاب وسنت اور اجماع اُمت کے خلاف ہے۔ اور ووٹ کا استعمال مغربی جمہوری نظام کو عملاً تسلیم کرنا ہے۔ اور اس کی تمام خرابیوں میں حصہ دار بننا ہے اس لئے موجودہ مغربی نظام کے تحت ووٹ کا استعمال شرعاً ناجائز ہے۔[2]

مولانا عطاء المحسن شاہ بخاری نے فرمایا:

اگر کسی ایک قبر کو مشکل کشا ماننا شرک ہے تو کسی اور نظام ریاست، امپریل ازم، ڈیموکریسی، کمیونیزم، کیپٹل ازم اور تمام باطل نظام ہائے ریاست کو ماننا کیسے اسلام ہو سکتا ہے؟ قبر کو سجدہ کرنے والا مشرک، پتھر، لکڑی اور درخت کو مشکل کشا ماننے والا، حاجت روا ماننے والا مشرک اور غیر اللہ کے نظاموں کو مرتب کرنا اور اس کے لئے تگ ودو کرنا اور اس نظام کو قبول کرنا، یہ توحید؟ کہاں ہے جمہوریت اسلام میں؟ نہ ووٹ ہے نہ مفاہمت نہ ان کا وجود برداشت ہے، نہ ان کی تہذیب برداشت ہے، اسلام آپ سے اطاعت مانگتا ہے آپ کی رائے نہیں مانگتا۔

(خطاب بموقع توحید وسنت کانفرنس: ۲۶ ستمبر ۱۹۹۸ء)

مولانا محمد حکیم اختر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اسلام میں جمہوریت کوئی چیز نہیں، کہ جدھر زیادہ ووٹ ہو جائیں اُدھر ہی ہو جاؤ۔ بلکہ اسلام کا کمال یہ ہے کہ ساری دنیا ایک طرف ہو جائے لیکن مسلمان اللہ ہی کا رہتا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے صفاء کی پہاڑی پر نبوت کا اعلان کیا تھا، تو الیکشن اور ووٹوں کے اعتبار سے کوئی بھی نبی کے ساتھ نہیں تھا۔ لیکن کیا حضور ﷺ اللہ کے پیغام سے باز آگئے کہ جمہوریت چونکہ میرے خلاف ہے، اکثریت کی ووٹنگ میرے خلاف ہے، اس لئے میں اعلان نبوت سے باز رہتا ہوں؟[3]

ا: آپ کے مسائل اور اُن کا حل جلد ہفتم: ص ۶۶۱

۲: ماہنامہ سنابل کراچی مئی ۲۰۱۳ء

۳: خزائن معرفت ومحبت ص: ۲۰۹

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کا فتوی:

سوال: کیا ہمارے نبی حضور ﷺ نے جمہوریت کو قائم کیا تھا اور کیا خلفائے اربعہ بھی اسی جمہوریت پر چلے یا انہوں نے کچھ تغیر و تبدیل کیا ہے؟۔

الجواب حامداو مصلیاً

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جمہوریت کی تردید فرمائی ہے وہاں قوانین واحکام کا دارومدار دلائل پر نہیں بلکہ اکثریت پر ہے۔یعنی کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے۔ بس اگر کثرت رائے قرآن وحدیث کے خلاف ہو تو اسی پر فیصلہ ہو گا۔ قرآن کریم نے اکثریت کی اطاعت کو موجب ضلالت فرمایا ہے:

" وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ "(الانعام:۱۱۶)

ترجمہ: اور اگر تم زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے پیچھے چلو گے تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر ڈالیں گے۔وہ تو وہم وگمان کے سوا کسی چیز کے پیچھے نہیں چلتے، اور ان کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ خیالی اندازے لگاتے رہیں۔

اہل علم، اہل دیانت، اہل فہم کم ہی ہوا کرتے ہیں۔خلفائے اربعہؓ حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔انہوں نے اس کے خلاف کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی ہے۔[1]

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کا مؤقف:

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ سے پوچھا گیا کہ: کیا انتخابی سیاسی نظام یا جمہوری نظم کے تحت اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہے؟۔ فرمایا نہیں، ایسا ممکن نہیں، نہ انتخابات کے ذریعے اسلام لایا جاسکتا ہے، نہ جمہوریت کے ذریعے اسلام لایا جاسکتا ہے۔جمہوریت میں کثرت رائے کا اعتبار ہوتا ہے، اور اکثریت جہلاء کی ہے، جو دین کی اہمیت سے واقف نہیں۔ ان سے کوئی توقع نہیں ہے۔[2]

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ فرماتے ہیں:

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دین ووٹ کے ذریعے سے مغربی جمہوریت کے ذریعے سے غالب نہیں ہو گا۔اس لئے کہ اس دنیا کے اندر اللہ کے دشمنوں کی اکثریت ہے، فساق وفجار کی اکثریت ہے۔اور جمہوریت جو ہے وہ، بندوں کو گننے کا نام ہے

۱: حررہ العبد: محمود رحمہ اللہ: دارالعلوم دیوبند: فتاوی محمودیہ ج۴ کتاب السیاسۃ والھجرۃ: باب جمہوری وسیاسی تنظیموں کا بیان

۲: ماہنامہ سنابل کراچی مئی ۲۰۱۳ء ج۸ شمارہ: ۱۱ سرورق

تو لنے کا نہیں۔۔۔ دنیا میں جب بھی اسلام غالب ہوگا، تو اس کا واحد راستہ وہی ہے، جو راستہ اللہ کے نبی ﷺ نے اختیار کیا تھا اور وہ جہاد کا راستہ ہے۔ افغانستان کے اندر طالبان کی حکومت آئی اور اسلامی شریعت آئی۔ کب آئی؟ جب سولہ لاکھ انسان شہید ہوئے، دس لاکھ آدمی معذور ہوئے، کسی کی آنکھ نہیں، کسی کا کان نہیں، کسی کی ٹانگ نہیں۔ اللہ تعالیٰ مفت میں کسی کو نہیں دیتے جب تک کہ قربانیاں نہ ہوں۔ پاکستان میں لوگ یہ تمنا تو کرتے ہیں کہ طالبان کی حکومت ہو یا طالبان جیسی حکومت ہو، لیکن اس کے لئے جس قربانی کی ضرورت ہے اس کے لئے وہ تیار نہیں۔[1]

علامہ اقبال مرحوم کی رائے:

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے جمہوریت کی مذمت میں کئی مضامین شائع کئے تھے اور کئی اشعار بھی مروجہ جمہوریت کے متعلق کہے ہیں۔ چناچہ فرماتے ہیں:

اس راز کو ایک مرد فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

(ضرب کلیم ص۱۴۸)

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی چنگیزی

(بال جبریل ص۲۳۳)

شریعت کا اہم اُصول:

---

۱ : ماہنامہ سنابل کراچی مئی ۲۰۱۳ء ج۸ شمارہ:۱۱ ص:۳۴،۳۳

فقہ کا ایک اہم اصول ہے، کہ جو بھی شرعی حکم نصوص قطعیہ سے ثابت ہو اس پر عمل نہ کرنا گناہ اور فسق ہے لیکن اس حکم کو نہ ماننا کفر ہے۔ ایسے ہی شرعی حکم کی جگہ کسی دوسرے حکم پر فیصلہ کرنا گناہ ہے لیکن شرعی حکم کی جگہ کسی دوسرے حکم کو جائز سمجھنا اور قانونی حیثیت دینا کفر ہے۔

(۱) نماز نہ پڑھنا گناہ ہے لیکن نماز نہ پڑھنے کو جائز سمجھنا یا نماز کی جگہ کسی اور چیز کو لا کر اس کو قانونی حیثیت دینا کفر ہے۔

(۲) زکوٰۃ نہ دینا گناہ ہے لیکن زکوٰۃ نہ دینے کو جائز سمجھنا یا زکوٰۃ کی جگہ کسی اور چیز کو لا کر اس کو قانونی حیثیت دینا کفر ہے۔

(۳) حج نہ کرنا گناہ ہے، لیکن حج نہ کرنے کو جائز سمجھنا یا حج کی جگہ کسی اور چیز کو لا کر اس کو قانونی حیثیت دینا کفر ہے۔

(۴) زندگی کے مختلف معاملات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکموں پر فیصلہ نہ کرنا گناہ ہے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکموں کو چھوڑ کر اس کی جگہ انسانوں کے بنائے حکموں کو قانونی حیثیت دینا کفر ہے۔

(۵) شریعت کے بنائے ہوئے نظام زندگی کو نہ اپنانا گناہ ہے لیکن شریعت کے بنائے ہوئے نظام زندگی کو چھوڑ کر اس کی جگہ غیروں کے نظام کو بطور قانون لاگو کرنا کفر ہے۔

(٦) جہاد نہ کرنا گناہ عظیم ہے لیکن جہاد نہ کرنے کو جائز سمجھنا یا جہاد کے بجائے کسی اور چیز کو قتال کا درجہ دے کر قانون بنانا کفر ہے۔

لہذا شریعت مطہرہ کے مذکورہ اُصول کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور انگریز کے بنائے ہوئے قانون اور نظام حکومت کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شریعت سے بہتر یا اس کے مساوی سمجھنے سے پرہیز کرنا از حد ضروری ہے۔

پائے تکمیل!

الحمد للہ اس کتاب کی تصحیح اور نظر ثانی میں نے مدینہ منورہ میں پائے تکمیل کو پہنچائی۔ آج دسمبر کی ۱۳ تاریخ ہے اور جمعہ کا مبارک دن ہے اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اس کے صحابہ کرامؓ خصوصاً شیخین کریمین سیّدنا ابو بکر صدیق اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا قرب وجوار حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنے دربار میں شرفِ قبولیت سے نوازے اور عوام الناس کے لئے سود مند ثابت فرمائیں اور اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں پھر سے اسلامی خلافت کو قائم فرمائیں۔

والسلام

العبد الضعیف :

سلیم اللہ سلیمی الحقانی

۱۳-۱۲-۲۰۱۹ء بالمدینة المنورة